یاحسین
۱۴۳۹ھ
اسلامی نیا سال
مبارک ہو
محرم الحرام ۱۴۳۹ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء
مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
OCTOBER 2017
سن ہجری کا آغاز وارتقا
امام حسین اوران کی شہادت
اسلام اور احترام آدمیت
اسلام اور تلوار
روہنگیائی مسلمان اوران کی تاریخ
کیا یہ میڈیا کی وطن پرستی پر سوال نہیں؟
غوث اعظم کی انقلابی تحریک
تاج الشریعہ اصلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار
گئو رکشا کے نام پر غنڈہ گردی اور اس کے محرکات
مدیر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی
مدیر اعلیٰ
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ماہنامہ سنی دنیا میں اشتہار دے کر اپنے کاروبار اور ادارے کو فروغ دیں

Monthly Package Four Colour — ماہانہ پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	4000/-	6000/-	8000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	3000/-	4000/-	6000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	2000/-	3000/-	5000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour — سہ ماہی پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	10000/-	15000/-	20000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	7000/-	10000/-	15000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	5000/-	7000/-	12000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour — ششماہی پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	12000/-	15000/-	20000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	7000/-	10000/-	18000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour — سالانہ پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	30000/-	50000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine — بلیک اینڈ وائٹ پیکیج رسالہ میں کہیں بھی

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1000/-	2000/-	3000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	2000/-	5000/-	7000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	4000/-	7000/-	10000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	6000/-	10000/-	15000/-	سالانہ	۴

نوٹ:

۱ تین مہینے کا مطلب کوئی بھی تین مہینے، اسی طرح چھ یا بارہ مہینے کا مطلب کوئی بھی چھ یا بارہ مہینے۔

۲ وقت اور حالات کے پیش نظر اشتہار کی اشاعت مقدم و مؤخر بھی ہو سکتی ہے۔

۳ پورے اشتہار کی رقم یک مشت جمع کرنی ہوگی۔

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486

Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

Vol. 2 جلد نمبر ۲

Issue 10 شمارہ نمبر ۱۰

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

OCTOBER 2017

محرم الحرام ۱۴۳۹ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد مشتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپیوٹر سیکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

فی شمارہ ۲۰ روپے | زر سالانہ ۲۵۰ روپے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے | دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں۔ آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲، سوداگران، بریلی شریف، یو پی — Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲، سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

فہرست

ماہنامہ سنی دنیا مرکز اہل سنت بریلی شریف کی آواز ہے، اسے گھر گھر تک پہنچانے میں ہمارا تعاون کریں۔

منظومات

(از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

آہ! برما کے مسلمان

عزتیں لوٹی گئیں اور آشیاں لوٹا گیا
رہبروں کے سامنے ہی کارواں لوٹا گیا
چشم غیرت، نم ہے برما کے مسلماں کے لئے
کتنی بے دردی سے ان کا باغِ جاں لوٹا گیا
امن کا نعرہ لگانے والے بھی خاموش ہیں
آہ! کس شدت سے، ہر پیر و جواں لوٹا گیا
ظلم سے صرف نظر، خود ظلم ہے، یہ جان لو
جب مکیں غافل ہوئے، تب ہی مکاں لوٹا گیا
کل ہمیں بھی اس ستم کا سامنا ہونے کو ہے
یہ نہ سمجھیں ہم کہ بس اک آستاں لوٹا گیا
اس لئے ہم سب بطور قوم اب بیدار ہوں
ہم لڑیں اس کے لئے، جو بھی جہاں لوٹا گیا
کفر کی سازش کا، برما کے مسلماں ہیں شکار
کون کہتا ہے کہ ان کو ناگہاں لوٹا گیا
ہر طرف سے آگ تھی اور بیچ میں خونی ستم
آہ! ہستی کا گُہر لاکر کہاں لوٹا گیا
فطرت حق آشنا، رنجیدہ ہے اس جبر پر
خوش ہوئے ناقوس، جب بیت اذاں لوٹا گیا
ہیں عرب کے حکمراں، باطل نوازی میں مگن
اُن کی عیاشی سے حق کا اک جہاں لوٹا گیا
کفر کی آغوش میں سوئے ہیں لیڈر قوم کے
اہل ملت کو، بنا کر ناتواں لوٹا گیا
دوغلی پالیسیاں، یونائٹیڈ نیشن کی ہیں
وہ بھی چپ ہے، جبکہ بالکل ہی عیاں لوٹا گیا
بھیج دے نصرت کی کشتی، اے مرے پروردگار
اہل حق طوفاں میں ہیں اور بادباں لوٹا گیا

بقیہ ص ۵۸ پر

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

کم نہیں ہے ماں سے رتبہ باپ کا

کم نہیں ہے ماں سے رتبہ باپ کا
ہے مسلم وصف اعلیٰ باپ کا
کیسے پہنچائے کوئی اس کو ضرر
جس کو حاصل ہے سہارا باپ کا
اپنے بچوں کی ترقی کے لئے
بہتا جاتا ہے پسینہ باپ کا
اس سے پوچھو باپ کی تم اہمیت
ہو نہ جس کے سر پہ سایہ باپ کا
تھر تھرا اٹھیں جہاں کی گردشیں
جب زباں پر نام آیا باپ کا
درد کے چہرے میں چھائی مردنی
دیکھ کر پرنور چہرہ باپ کا
یوں کیا اولاد پر سب کچھ نثار
سب نے مانا دل ہے دریا باپ کا
رحمتیں اس پر فدا ہونے لگیں
بن گیا جو دل سے شیدا باپ کا
مدح میں اس کی رہوں رطب اللسان
طرز شفقت ہے انوکھا باپ کا
ہو گیا ظلمت کا سینہ چاک چاک
گھر میں پھیلا جب اجالا باپ کا
ہے خوشی میں باپ کی رب کی خوشی
رب نے درجہ یوں بڑھایا باپ کا
لا نہیں سکتا کوئی اس میں دراڑ
ایسا ہے مضبوط رشتہ باپ کا
سب لٹا کر پھر کہے کیا چاہئے
ہے نرالہ یہ طریقہ باپ کا

بقیہ ص ۵۸ پر

اداریہ

گئو رکشا کے نام پر

ہو رہی غنڈہ گردی اور اس کے محرکات

عبدالرحیم نشتر فاروقی

آج ملک کے سیاسی حالات جس آتش فشاں مقام پر پہنچ چکے ہیں وہ کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں اور ان حالات کے اکثر معاملات بالواسطہ یا بلاواسطہ خاص طور پر مسلمانوں کو متاثر کر رہے ہیں، کبھی تین طلاق کا معاملہ چھیڑ کر مسلمانوں کے مذہبی احکام سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے، کبھی "وندے ماترم" کے ذریعہ اپنی حب الوطنی ثابت کرنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے تو کبھی موب لنچنگ کے ذریعہ بے قصور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔

گئو رکشا کے نام پر اب تک تقریباً ۵۰ مسلمانوں اور دلتوں کو پیٹ پیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے، جہاں کوئی مسلمان گائے کے ساتھ نظر آیا اس کی خیر نہیں، حالت یہ ہے کہ آج مسلمان گائے پالنے سے ڈرتا ہے کہ کہیں گئو کی زبانی رکشا کرنے والے "سمکشک" انہیں گائے کے ساتھ دیکھ نہ لیں، گائے سڑکوں پر بے یار و مددگار ماری ماری پھرتی رہے کوئی فرق نہیں پڑتا، چارہ نہ ملنے پر کوڑا کچرا کھائے کوئی غم نہیں، گاڑی والے اسے سڑکوں پر چپکا کر چلے جائیں کوئی تکلیف نہیں، بیمار اور زخمی ہو کر بے موت مرے کسی کو فکر نہیں، لیکن جیسے ہی گوشت لے جاتا ہوا کوئی مسلمان نظر آجائے، گئو رکشکوں کا "گئو ماتا" کے تعلق سے "پیار" امڈنے لگتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں گئو رکشکوں کی خونی بھیڑ جمع ہو جاتی ہے جو گوشت لے جانے والے کو بے رحمی سے پیٹ پیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے اور بعد میں جانچ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ وہ گوشت گائے کا نہیں بکرے یا مرغے کا تھا، اس سر عام غنڈہ گردی کے لئے ان بے لگام غنڈوں سے نہ کوئی باز پرس کرتا ہے نہ ہی کسی قصوروار کے خلاف کوئی کاروائی کی جاتی ہے، آخر کون ہے؟ اس کا ذمہ دار!

ایک آدھ بار ہمارے پی ایم صاحب نے ڈرے سہمے لہجے میں یہ ضرور کہا کہ "گئو رکشا کے نام پر کسی کی ہتیا کرنا، کیا یہی گئو رکشا ہے؟ ایسا ہر گز نہیں چلے گا" لیکن ہم یہ نہیں سمجھ پا رہے ہیں کہ یہ گئو رکشا کے نام پر "غنڈہ گردی" کرنے والوں کو دوبارہ ایسا کرنے پر کسی کاروائی کی دھمکی ہے یا اس کارنامے پر اشارۂ اظہار خوشی! کیوں کہ پی ایم کے کسی بھی بیان کا ان گئو رکشکوں پر کوئی اثر نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی اس کے لئے ان کی طرف سے کوئی عملی کاروائی ہوئی، ان کی باتیں حسب روایت محض "جملہ بازی" ہی ثابت ہوئیں، کیوں کہ اب بھی لنچنگ ہو رہی ہے، لوگ مارے جا رہے ہیں، آج تک کوئی ایک بھی قصوروار گرفتار نہیں ہوا، دہشت گردی کے نام پر ملک کے کسی بھی کونے سے ۲۴ گھنٹے میں مجرم کو گرفتار کر لینے والی ہماری پولس آج تک لنچنگ کے کسی ایک بھی مجرم کو گرفتار نہیں کر سکی، کیا یہ اپنے آپ میں ایک مضحکہ خیز اور شرمناک عمل نہیں؟

اگر حکومت کی شہ پر ایسا نہیں ہو رہا ہے تو آخر کیوں اکثر بی جے پی کے زیر حکومت صوبوں میں ہی گئو رکشک بے خوف ہو کر بے قصور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں، بہار میں ایسا کچھ نہیں ہوا تھا لیکن جیسے ہی نتیش کمار نے آر جے ڈی کو طلاق دے کر بی جے پی کی مانگ بھری، وہاں بھی گئو رکشک سج دھج کر سڑکوں پر غنڈہ گردی کا ننگا ناچ کرتے ہوئے گانے لگے ؂

سیاں بھئے کوتوال تو اب ڈر کاہے کا

آر ایس ایس کے موہن بھاگوت نے ابھی حال ہی میں کہا کہ "گائے کو پوجنے والے کبھی ہنسک نہیں ہو سکتے" جب گائے کو ماننے یا پوجنے والے "ہنسک" نہیں ہو سکتے تو موہن بھاگوت بتائیں کہ اخلاق، پہلو خان اور دیگر بے قصور مسلمانوں کو مارنے والے کیا طالبانی تھے؟ یا آئی ایس آئی کے ایجنٹ تھے؟ اگر نہیں

اداریہ

تو وہ کون تھے؟ انھیں کیا کہا جائے ''آتنگ وادی، غنڈہ یا ہندو جہادی؟'' کیا آپ کی نظر میں انسانوں سے کہیں زیادہ جانوروں کی اہمیت ہے؟

گائے ماتا ہے، ہنومان بھگوان ہے، ناگ دیوتا ہے، چوہا گنیش کی سواری ہے اور سوؤر وشنو کا اوتار ہے، گائے کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور کھانے والے اسے مارتے اور کھاتے بھی ہیں، ہنومان کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، ناگ کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، چوہا کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، سوؤر کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے اور کھاتے بھی ہیں، لیکن اس سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں جبکہ یہ سب کے سب پوجنئے ہیں اور پوجے جاتے ہیں، ان کے معاملے میں انھیں پوجنے والوں کی ''دھارمک آستھا'' پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس وقت یہ آستھا پتہ نہیں کہاں چلی جاتی ہے؟ کیوں نہیں جوش مارتی؟ لیکن جیسے ہی گائے کا معاملہ آتا ہے اور کوئی مسلمان اس میں ملوث نظر آتا ہے تو اس کے پوجنے والوں کی ''دھارمک آستھا'' ایسا جوش مارتی ہے کہ انھیں انسان انسان نہیں جانور سے بھی بدتر نظر آنے لگتا ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں معاملہ دھارمک آستھا کا نہیں بلکہ یہ محض مسلمانوں سے مذہبی عداوت و منافرت، بغض وحسد اور تعصب وتنگ نظری کا ہے۔

خدانخواستہ اگر مسلمان بندر، چوہا، سانپ اور سوؤر بھی کھانے لگتے تو شاید اس پر بھی ''دھارمک آستھا'' جوش مارنے لگتی، پتہ نہیں کسی کہنے والے نے ''کس ہندوستان'' کے بارے میں کہا تھا کہ ہندوستان وہ ملک ہے جہاں انسان تو کیا پتھر بھی پوجے جاتے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج پتھر تو ضرور پوجے جا رہے ہیں، لیکن انسانوں کی کوئی قدر وقیمت نہیں، انسان بے قصور مارے جا رہے ہیں، وہ بھی صرف وہی انسان جو مسلمان ہیں، ورنہ ہندوستان میں مسلمانوں کے سوا جو چاہے، جہاں چاہے بیف کھائے، اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں، جیسا کہ ہندوستان ہی میں گوا جیسے اور بھی کئی اسٹیٹ ہیں جہاں بیف کے استعمال کی قانونی اجازت حاصل ہے اور اسے وہ بھی عام طور پر کاٹتے اور کھاتے ہیں جوان جھوٹے گئو رکشکوں کے ہم مذہب ہیں، ان سے تو کبھی کسی نے کچھ نہیں کہا۔

تعجب بالائے تعجب تو تب ہوتا ہے جب ایک طرف مسلمان کے بیف کھانے یا کہیں لے جانے پر چند گھنٹوں میں ہزاروں گئو رکشکوں کی بھیڑ جمع ہو کر اس کا قتل عام کر دیتی ہے اور حکومت سے لے کر عدلیہ تک کوئی اس ننگے ناچ کے خلاف کچھ کہنے کو تیار نہیں ہوتا، الٹے حکومت کے دلال اسے صحیح ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے نظر آتے ہیں، وہیں جب چھتیس گڑھ کے ضلع درگ کے راجپور میں بی جے پی کے لیڈر ہرش ورما (جو جامول نگر نگم کا نائب صدر ہے) نے ۲۰۰ رسو گائیوں کو چارے کے بغیر تڑپا تڑپا کر زندہ در گور کر دیا، اس وقت گئو رکشکوں کا کوئی بھی غنڈہ گروہ وہاں نظر تک نہیں آیا، یہاں دھارمک آستھا کیا کمبھ کرن کی نیند سو گئی؟ بی جے پی کی مرکزی حکومت سے لے کر صوبائی حکومت تک کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی، یہ کیسی دھارمک آستھا ہے جو صرف مسلمانوں کے خلاف انگڑائی لیتی ہے؟

مسلمانوں کے ساتھ ان گئو رکشکوں کا رویہ دیکھ کر تو ہمیں خدشہ تھا کہ کہیں ۲۰۰ رگائیوں کا قاتل نہ صرف ''ہرش ورما'' بلکہ اس کے پورے خاندان کو نیست ونابود نہ کر دیا جائے، لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، کیوں کہ یہ مہاشئے تو بی جے پی کے ہندو لیڈر تھے اور ''دھارمک آستھا'' تو تب جاگتی ہے، جب کوئی مسلمان ایسے کاموں کو انجام دیتا ہے، یعنی جب مسلمان مارے تو ''گئو ماتا'' اور اگر کسی اپنے نے مارا تو ''سوتیلی ماتا؟''

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

رپورٹ کے مطابق ہرش ورما کے ''شگن گئوشالہ'' میں گائیوں کو چارہ پانی نہیں دیا گیا، جس کی وجہ سے یہ گائیں بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر گئیں، ان دو سو گائیوں کو نہایت ہی بے دردی سے جے سی بی کے ذریعہ ۴-۴ / ۵-۵ رکر کے زمین میں گاڑ دیا گیا، یہ وہ تعداد ہے جس کا مشاہدہ پہلی نظر میں وہاں کے لوگوں نے کیا جبکہ حقیقی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ بقیہ ص ۳۷ رپر

ضیائے قرآن

(از مفتی محمد شعیب رضا حسنی قادری *)

قرآن وحدیث کی روشنی میں

والدین کے ساتھ حسن سلوک

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

ماں کے ساتھ صد درجہ حسن سلوک بھی ماں کا بدلہ نہیں ہوسکتا، چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

۵۲۔أخرج الطبرانی فی الصغیر عن بریدۃ أنّ رجلا جاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال:یا رسول اللہ انی حملت امی علی عُنُقِی فرسخین فی رمضاء شدیدۃ لو ألقیت فیہا بضعۃ من لحم لنضجت فھل ادیت شکرھا؟فقال :لعلہ ان یکون لطلقۃ واحدۃ۔[حیاۃ الصحابۃ۔]یعنی طبرانی نے معجم صغیر میں بریدہ سے روایت کیا ہے، ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ میں نے اپنی ماں کو شدت کی گرمی میں اپنی گردن پر دو فرسخ تک سوار کیا، وہ شدت کی گرمی ایسی تھی کہ اگر اس میں گوشت کا ٹکڑا بھی ڈال دیا جاتا تو وہ پک جاتا تو کیا میں نے اس کا حق وشکر ادا کردیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید کہ وہ ایک مرتبہ مسکرانے کا بدلہ ہوتا۔

۵۳۔وذکر ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ ان امی خرفت عندی وانا اطعمھا بیدی واسقیھا واوضئھا واحملھا علی عاتقی، فھل جازیتھا؟قال:لا،ولا واحدۃ من مائۃ،ولکنک قد أحسنت واللہ یثیبک علی القلیل کثیراً۔[تنبیہ الغافلین] یعنی روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میری ماں میرے پاس بے عقل ختم ہوگئی ہے، میں اپنے ہاتھ سے اس کو کھلاتا اور پلاتا ہوں اور اس کا منہ ہاتھ میں ہی دھلاتا ہوں اور اپنے کاندھے پر اٹھاتا ہوں تو کیا میں نے اس کا بدلہ کردیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں سو میں سے ایک بھی نہیں (ایک فیصد بھی نہیں) اور ہاں لیکن تم نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اور اللہ تم کو تھوڑے پر بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے۔

۵۴۔رأی ابن عمر رضی اللہ عنھما رجلا قد حمل أمّہٗ علی رقبتہ وھو یطوف بھا الکعبۃ۔فقال:یا ابن عمر أترانی جازیتھا؟قال :ولا بطلقۃ واحدۃ من طلقاتھا،ولکن قد أحسنت،واللہ یُثِیبُکَ علی القلیل کثیراً۔[الکبائر] یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ شخص اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کرکے اس کو کعبہ کا طواف کرا رہا ہے، اس نے کہا: اے ابن عمر تمہاری رائے کیا ہے؟ کیا میں نے اس کا حق ادا کردیا؟ ابن عمر نے کہا: اس کی ساری مسکراہٹوں میں سے ایک مسکراہٹ کا بھی نہیں اور لیکن ہاں تم نے اچھا کیا اور اللہ تجھ کو تیرے تھوڑے پر اجر کثیر عطا فرمائے۔

۵۵۔وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:لا یجزی ولد والدہ الا ان یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ۔[مسلم] یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، انہوں نے کہا: کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کرسکتا، مگر یہ کہ اس کو غلام پائے پھر اس کو خریدے اور آزاد کردے۔

۵۶۔جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال:یا رسول اللہ ان ابی یرید ان یجتاح مالی۔فقال صلی اللہ علیہ وسلم:انت ومالک لابیک۔[الکبائر] یعنی ایک آدمی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آکر عرض کیا یارسول اللہ میرا باپ میرا مال خرچ کرنا چاہتا ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔(جاری...)

* مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دار الافتاء کے نائب صدر مفتی ہے۔

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابو حسام محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسامِ علم اور ان کے احکام

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

افسوس صد افسوس کہ "علمائے سوء" کے ہاتھوں سے دین مسخ ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس مغالطے سے بچائے جس سے اس کی ناراضگی اور شیطان کی خوشی ہو، علمائے ظاہر میں سے جو اہل ورع تھے، وہ علمائے باطن اور صاحب دل کے معتقد تھے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت "شیبان راعی" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ایسے بیٹھتے جیسے طفل مکتب استاد کے سامنے بیٹھتا ہے، آپ ان سے پوچھتے کہ فلاں فلاں امر میں ہم کیا کریں، عوام حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہتے کہ آپ جیسا تم امام اس چرواہے سے پوچھتا ہے؟ آپ فرماتے کہ جو ہمیں سیکھنا تھا، اس کی توفیق اس شخص کو ملی ہے اور ہم اس سے محروم ہو۔

حکایت: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یحییٰ بن معین علیہم الرحمہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے، حالانکہ علم ظاہر میں وہ ان دونوں کے پلے کے نہ تھے اور دونوں ان سے پوچھا کرتے تھے کہ ہم کیسے کریں۔

حضور پر نور ﷺ سے بھی جب پوچھا گیا کہ جب ایسا امر پیش ہو کہ اس کو قرآن و حدیث میں نہ پائیں تو کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک بختوں سے سوال کرو اور اس کو ان کے مشورے پر منحصر کرو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علمائے ظاہر زمین اور ملک کی زینت ہیں اور علمائے باطن آسمان اور ملکوت کا سنگار۔

حکایت: حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز مرشد سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے جاتے ہو تو کس کے پاس بیٹھتے ہو؟ میں نے عرض کی "محاسبی علیہ الرحمہ کے پاس، فرمایا کہ بہتر ہے، ان کا علم و ادب اختیار کرنا وہ جو کلام متکلمین کا خلاف اور رد کرتے ہیں، وہ مت سیکھنا پھر جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے علم اور حدیث والا صوفی بنائے، صوفی حدیث والا نہ بنائے۔

اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث اور علم حاصل کر کے صوفی بنتا ہے، وہ فلاح پاتا ہے اور جو علم سے پہلے صوفی بنتا ہے وہ اپنے نفس کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

سوال: علوم کے اقسام میں کلام اور فلسفہ کا ذکر یعنی ان کے اچھے یا برے ہونے کا بیان کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: جس قدر مفید دلائل علم کلام میں پائے جاتے ہیں، ان کا خلاصہ قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور جو امور ان دونوں سے خارج ہیں، وہ یا تو نرے جھگڑے ہیں، فرقوں کے خلافیات کے متعلق تفصیل سے کلام طویل ہو جائے گا، تو یہ سب باطل اور بیہودہ امر ہیں، جن کو طبع سلیم معیوب جانتی ہے اور گوش حق نیوش ان کو اپنے اندر جگہ نہیں دیتا، بعض باتیں اس قسم کی ہیں کہ وہ دین سے متعلق نہیں اور نہ ان کا وجود قرن اول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں تھا، اس وقت ان میں غور و خوض کرنا بدعت ہے، مگر اب اس کا حکم بدل گیا، اس لئے کہ اس طرح کی بدعتیں بہت ہو گئیں جو قرآن و حدیث کے مقتضاء سے روگرداں کریں اور کچھ لوگ ایسے بھی ظاہر ہو گئے، جنہوں نے بدعات کے شبہات کو نیا لبادہ اڑھایا اور ان میں عجیب و غریب توضیحات و تشریحات کیں، اس لئے کہ گو پہلے ان امور کے جواب میں خوض کرنا منع تھا مگر ضرورت کی وجہ سے اب جائز بلکہ فرض کفایہ ہو گیا، لیکن اس قدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف راغب کرنے کا قصد کرے تو اس کا مقابلہ ہو سکے اور اس کے لئے ایک حد متعین ہو۔

(جاری...)

اسلامیات

از: مفتی اسلم رضا قادری*

سنِ ہجری کا آغاز و ارتقا

نئے ہجری سال کی ابتدا کے ساتھ ہی ہم بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہیں کہ وہ ذات پاک ہم سب پر نعمتوں اور بھلائیوں کو دوام عطا فرمائے، نئے سال کو باعث سعادت و برکت بنائے اور سارے جہاں کے لوگوں کے ساتھ محبت و الفت کا نقش خمسہ بنائے۔

ہجری سال کی ابتدا

یہ مبارک ایام تاریخ انسانیت میں رُونما ہونے والے ایک عظیم واقعہ ہجرت نبوی ﷺ کی یاد کو تازہ کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق نے اسی عظیم واقعہ سے ہجری سن کی ابتدا فرمائی، جب انھوں نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لیے جمع فرمایا تو بعض صحابہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کی بعثت سے اس کی ابتدا کی جائے تو بعض صحابہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مبارکہ سے اس کا آغاز ہونا چاہیے اور بالآخر اسی پر اتفاق ہوا۔ [الکامل فی التاریخ، جلد ۱، ص ۹]

ہجرت نبوی سے اسلامی سال کا آغاز کرنا زیادہ مناسب اس لیے بھی ہے کہ ہجرت نے حق و باطل کے درمیان واضح امتیاز پیدا کر دیا، اسی سال سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام امن و سکون کے ساتھ بلا خوف و خطر پروردگار عالم کی عبادت کرنے لگے، اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی جو در اصل دین اسلام کی نشر و اشاعت کا مرکز تھا۔

نیا سال اور محاسبہ نفس

نئے سال کی ابتدا گزشتہ کوتاہیوں پر نظر ثانی کرکے ان کے محاسبہ کا جذبہ بیدار کرتی ہے اور اللہ بھی ہمیں اس بات کا حکم فرماتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ۔ اس دن تم سب پیش ہوگے کہ تم میں کوئی چھپنے والا چھپ نہ سکے گا۔ [پ ۲۹، سورۃ الحاقۃ، آیت ۱۸]

سیدنا عمر بن خطاب نے فرمایا: حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا، وَزِنُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوْزَنُوْا۔ یوم حساب سے پہلے اپنا احتساب کر ڈالو اور میزان عمل کے قائم ہونے سے پہلے اپنا وزن کر لو۔ [مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱۳، ص ۲۷۰]

نیک مؤمن کے بارے میں علمائے کرام فرماتے ہیں: حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ أَنْ يُحَاسَبَ فِي الْقِيَامَةِ۔ مؤمن صالح وہی ہے جو دنیا ہی میں اپنا احتساب کر لے، اس سے پہلے کہ بروز قیامت اس سے حساب و کتاب ہو۔ [شرح السنہ، جلد ۸، ص ۲۲۵]

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک غور و فکر کرے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنی آخرت کی کامیابی کے لیے کیا کچھ اعمال کیے، فرائض و واجبات کی پابندی کا حال کیا رہا؟ اپنے اوقات تعمیری کاموں میں گزارے یا نہیں؟ اپنے اہل و عیال کے لیے کیا کیا؟ اپنے معاشرے اور وطن کے لیے کیا کیا کارنامے انجام دیے؟ اپنے علم و عمل میں اضافے کے لیے کیا منصوبے بنائے؟ اپنی زندگی کے شب و روز کیسے گزارے؟ کیا کبھی اس کے بارے میں بھی سوچا؟ مال کیسے آ رہا ہے اور کہاں کہاں خرچ ہو رہا؟ کیا کبھی اس بارے میں بھی کوئی خیال آیا؟ اور اب آئندہ نئے سال میں اپنی غلطیوں کا ازالہ کرکے، کیا ان سارے معاملات کے بارے میں کچھ تبدیلی لائی ہے یا اب بھی وہی کاوِش؟

ہجرت کے معنی و مفہوم

ہجرت نبوی اپنے اندر مختلف معانی و مفاہیم کو لیے ہوئے ہے، جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دینا بھی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ۔ مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کو ترک کر دے۔ [صحیح البخاری، ر ۱۰، ص ۵]

تو ایک اچھے مسلمان کو چاہیے کہ وہ بری خصلتوں کو ترک

* مضمون نگار ابوظہبی میں مقیم اہل سنت کے ایک متحرک اور فعال اہل علم و قلم ہیں۔

کرے، سچائی وامانت داری، حصولِ علم کی کوشش اور اس کام کی جستجو میں سرگرداں رہے، جس سے اس کی اپنی اور قوم وملت کے عزو وقار بلند ہوں، اپنے اہل وعیال اور وطن کو نفع پہنچانے والے کام انجام دے، یہی وہ عظیم راستہ ہے جس پر چل کر رضائے الٰہی کے حصول کی نیت سے اجر عظیم کا مستحق قرار پاتا ہے، مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یعنی یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ [صحیح البخاری، ر۱، ص۱]

ہجرت نبوی کے روشن پہلو

ہجرت نبوی ایثار وقربانی اور باہمی تعاون کی ایک عظیم مثال ہے، یہ مُعاشرے کے ہر فرد کو ملک وقوم کی خدمت کا درس دیتی ہے، اِس بات کو عملی جامہ سیّدنا ابوبکر صدیق نے اپنے سفر ہجرت میں پہنایا، جب وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو کوچ کر رہے تھے، اِس مبارک سفر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اور صحبت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی، نہ صرف مال بلکہ سواری واہل وعیال کو بھی اُس وقت آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لگا دیا، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنِّی قَدْ اُذِنَ لِی فِی الخُرُوجِ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا میں بھی ساتھ ہوں؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: نَعَمْ۔ ہاں تم بھی ساتھ ہو، سیّدنا ابوبکر نے عرض کی: یارسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان! میری اِن دو سواریوں میں سے کوئی ایک لے لیجئے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے جلدی جلدی ان دونوں حضرات کے لیے رخت سفر تیار کیا اور ان کے لیے ایک گٹھری میں کھانا رکھ دیا، سیّدہ اسماء بنت ابی بکر نے اپنی چادر سے ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے اس گٹھری کو باندھ دیا، اسی لیے ان کا نام دو پٹوں والی پڑ گیا۔ [صحیح البخاری، ر۳۹۰۵، ص۶۵۷]

اس واقعہ سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ خواتین نے بھی اس سفر ہجرت میں اپنی حیثیت کے مطابق بھرپور کردار ادا کیا اور ثابت کر دیا کہ خواتین بھی دینی ودنیاوی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکتی ہیں اور لیتی بھی ہیں، جب مصطفٰے کریم ﷺ اور سیّدنا صدیق اکبر تین ۳/راتوں تک غارِ ثور میں رہے، تب سیّدہ اسماء ان دونوں حضرات کے لیے ضروری ساز وسامان اس غار میں پہنچاتی رہیں حالانکہ اُس وقت آپ حمل سے تھیں۔

نوجوانوں کا کردار

معاشرے کا کوئی شعبہ نوجوانوں کی خدمات سے خالی نہیں اور کسی بھی مُعاشرے کی تعمیر وترقی میں نوجوانوں کے کردار کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، واقعہ ہجرتِ نبوی میں بھی نوجوانوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا، جن میں عظیم نوجوان شخصیت حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کا شب ہجرت مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر دوسرے دن صبح اہل مکہ کی امانتیں لوٹانا آپ کا نمایاں کردار ہے۔

اسی طرح سیّدنا مصعب بن عمیر کا پہلے ہی سے مدینہ منورہ پہنچ کر، اہل مدینہ کو امور دینیہ کی تعلیم سے آراستہ کرکے، اُن کے قلوب واذہان کو ایثار وباہمی تعاون کے لیے بھرپور انداز سے تیار کرنا، جس کے نتیجے میں مہاجرین وانصار کی باہمی عزت وتوقیر اور رحم دلی کے ساتھ ایک مستحکم اسلامی ریاست کی تشکیل میں بھرپور کردار ادا کرنا سب پر عیاں ہے۔

واقعہ ہجرت! ایک درس عبرت

اس واقعہ سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم مساجد کی تعمیرات میں حصہ لیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر فرمائی، کیونکہ لوگ مسجد میں جمع ہوکر اپنے رب کی عبادت کے ساتھ ساتھ باہمی اُخوت وبھائی چارگی قائم کرتے ہیں، جس سے ان کی قلبی محبت مزید پروان چڑھتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ھُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِینَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوبِھِمْ۔ وہی ہے رب ہے جس نے تمہیں قوت دی اپنی مدد سے اور مسلمانوں کے ذریعہ اور ان کے دل ملا دیئے۔ [پ۸، سورۃ الانفعال، آیت ۶۲-۶۳]

ہجرت نبوی شریف سے جو پہلو نمایاں ہو کر ہمیں عبرت و نصیحت فراہم کرتے ہیں، وہ یہ کہ دشمنوں سے بھی حسن سلوک کیا جائے، دین و دنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کے ساتھ ساتھ ظاہری اسباب کو بھی اختیار کیا جائے، اپنی جوانی وطاقت سے بھر پور فائدہ اٹھایا جائے، خواتین کے مقام ومرتبہ کا خوب لحاظ رکھا جائے کہ وہ حق کے معاملات میں مدد، اقوام کی ترقی اور معاشرے کی تعمیر وترقی میں مردوں کی بہترین معاون ومددگار ہیں، جیسا کہ یہ بات ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ایک اچھے معاشرے کے قیام میں دلچسپی سے ظاہر ہے کہ کس طرح دوسروں سے اچھے تعلقات قائم اور مضبوط کیے جائیں، اس میں ہمارے لئے یہ سبق بھی ہے کہ قلبی وروحانی اجتماعیت اور ہدایت وایمان کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس بھی کتنا ضروری ہے، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ اسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے روشن پہلوؤں سے شناسائی حاصل کرتے رہیں اور ان سے درس عبرت اور نصیحت لیتے رہیں۔

ہم سب کو گناہوں سے ہجرت کرکے نیکیوں کی طرف اور کوتاہیوں سے ہجرت کرکے عمل خیر کی طرف جستجو کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور دوام عطا فرما، ہمیں ان نعمتوں پر شکر اور ان کی حفاظت کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سچی محبت اور اخلاص سے بھر پور اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور ان میں دوام عطا فرما، ان کی حفاظت وشکر کی توفیق عطا فرما، ہمیں دنیا وآخرت میں بھلائیاں عطا فرما، پیارے مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری دعاؤں سے وافر حصہ عطا فرما، ہمیں اپنا اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پسندیدہ بندہ بنا، ہم سے وہ کام لے جس میں تیری رضا شامل حال ہو، تمام عالم اسلام کی خیر فرما، آمین یارب العالمین۔

■■■

ص ۷ کا بقیہ........

کسی اور شاعر نے بہت ہی پیاری بات کہی ہے۔ ؎

نہ یزید کا وہ ستم رہا، نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اور ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیلانے والے صوفی چشتی بزرگ ہند کے راجا حضور خواجہ معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دیں است حسین، دیں پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہم مسلمانوں کو سچا محبین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنائے اور آپ کی شہادت عظمیٰ سے سبق لینے، حق پر چلنے اور حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

■■■

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی ●

امام حسین اور ان کی شہادت عظمیٰ

واقعہ کربلا کو آج تقریباً ۱۳۷۸ سال گزر چکے ہیں مگر یہ ایک ایسا المناک اور دل فگار سانحہ ہے جو پورے ملت اسلامیہ کے دل سے اب تک محو نہ ہوسکا، یہ واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وابستہ ہے، آپ ﷺ کے نواسے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لخت جگر تھے، اسلامی تاریخ میں دور خلافت کے بعد یہ واقعہ اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوا ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اس عظیم واقعہ پر بلا شک وشبہ اور بلا مبالغہ دنیا کے کسی بھی دیگر حادثہ پر نسل انسان کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے، بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک سے جس قدر خون دشت کربلا میں بہا تھا، اس کے بدلے پوری ملت اسلامیہ ایک ایک قطرہ کے عوض اشکہائے رنج وغم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے اور لگاتار بہا رہی ہے اور بہاتی رہے گی، اللہ تعالیٰ نے واقعہ کربلا کو ہمیشہ کے لئے زندہ وجاوید بنا دیا تاکہ انسان اور خصوصاً ایمان والے اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ ۵ رشعبان سن ۴ ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی، سرکار اقدس ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی، منھ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لئے خصوصی دعا فرمائی، پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب ”سبط رسول اور ریحان رسول“ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر و شبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انھیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ [صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۸]

اس لئے حسنین کریمین کو شبیر اور شبر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، سریانی زبان میں شبیر و شبر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، ایک حدیث پاک میں ہے کہ: اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ یعنی حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ [صواعق محرقہ، صفحہ ۱۸۶]

ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی رکھے، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ [اشرف المؤبد، صفحہ ۷۰]

امام حسین کے فضائل

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ترمذی شریف کی حدیث ہے، حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حُسَيْنٌ مِنِّي وَ اَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ۔ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ سے اور حضور کو امام حسین سے انتہائی قرب ہے، گویا کہ دونوں ایک ہیں، امام حسین کا ذکر حضور کا ذکر ہے، امام حسین سے دوستی حضور سے دوستی ہے، امام حسین سے دشمنی حضور سے دشمنی ہے اور امام حسین سے لڑائی کرنا حضور سے لڑائی کرنا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا۔ یعنی جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ [مشکوٰۃ، صفحہ ۵۷۱]

اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ

● مضمون نگار مسجد یا جامعہ رضویہ اسلام نگر، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب و امام ہیں۔

سے محبت کرنا ہے۔ [مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، صفحہ ۶۰۵]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ [نور الابصار صفحہ ۱۱۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں، حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا اور فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ۔ یعنی اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اُس سے بھی فرما جو اس سے محبت کرے۔ [ایضاً]

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کریں بلکہ خدائے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعابِ دہن (رال، تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے: یَمْتَصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمْتَصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَۃَ۔ یعنی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے، انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ھٰذَا اَحَبُّ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَھْلِ السَّمَآءِ الْیَوْمَ۔ یعنی آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ [اشرف المؤید، صفحہ ۶۵]

یتیموں اور مسکینوں سے آپ کا حسن سلوک

یتیموں سے اور مسکینوں سے حسن سلوک اور شفقت ومحبت کا معاملہ رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کی بشارت دی ہے جو بہت بڑا انعام واکرام ہے، رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے:

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر (یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت وخواہش ہو) مسکین اور یتیم اور قیدی کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے، بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔ [پارہ ۲۹ رکوع ۱۹]

ان آیات کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ایک موقع سے بیمار پڑ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فِضّہ نے ان کی صحت کے لئے تین روزوں کی منت مانی، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور نذر (منت) کی وفا کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے، حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو پہلے روز مسکین دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز قیدی نے آ کر سوال کر دیا تو تینوں روز ساری روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں تو پہلے روز صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا تو ان کا یہ عمل رب کائنات کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ یہ آیات کریمہ ان کی شان وعظمت اور ان کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے تو یہ آیات کریمہ اگرچہ مخصوص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے لیکن ان میں عام مومنوں کے لئے تعلیم ہے کہ اگر وہ بھی مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کریں تو انہیں بھی طرح طرح کے انعام واکرام اور جنت سے سرفراز کیا جائے گا اور رب کائنات انہیں بھی آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ اور جنت کی راحتوں سے لبریز کرے گا۔

امام حسین کی شہادت کی شہرت

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی شہرت بھی عام ہوگئی، حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر صحابۂ کبار و اہل بیت کے جان نثار رضی اللہ عنہم سبھی لوگ آپ کے زمانۂ شیر خوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم وستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی گود میں دیا، پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ۔ یعنی میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی، حضرت اُم الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور ﷺ نے فرمایا ہاں پھر حضرت جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹّی بھی لائے۔ [مشکوۃ، صفحہ ۵۷۲]

ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اِبْنِیْ اَلْحُسَیْنُ یُقْتَلُ بَعْدِیْ بِاَرْضِ الطَّفِّ۔ یعنی میرا بیٹا میرے بعد ارض طِف میں قتل کردیا جائے گا اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خواب گاہ (مقتل) کی مٹی ہے۔ [صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۸]

طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے اللہ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے، فرشتے نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُه۔ یعنی آپ کی امت حسین کو قتل کردے گی، اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھادوں، پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا، جسے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کردیا گیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کرلیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہوجائے گی۔ [صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۸]

ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گذر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے، کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے، انہوں نے مجھے خبر دی اِنَّ وَلَدِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَهٗ کَرْبَلَاءُ۔ یعنی میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا، جس کو کربلا کہتے ہیں اور ابونعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر گاہ سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے، آلِ محمد ﷺ کے بہت سے جوان اسی میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔ [مشکوۃ شریف صفحہ ۵۷۲]

آپ کی فضیلت کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ امام الانبیا حضور ﷺ نے انہیں اسی دنیا میں نہ صرف جنتی ہونے کی بشارت دی

اسلامیات

بلکہ نوجوان جنتیوں کا سردار قرار دیا اور ان کی محبت کو ایمان کا حصّہ بتاتے ہوئے یہ فرمایا کہ ''اے خدا میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی حسن و حسین سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما'' بے شک ہر مسلمان ان سے محبت رکھتا ہے اور محبت کی سب سے بڑی علامت (نشانی) یہی ہے کہ ہر نماز میں درود شریف میں نبی رحمت ﷺ کے ساتھ ان کے آل و اولاد پر بھی درود بھیجتا ہے۔

معرکہ حق و باطل اور امام حسین

امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معرکہ حق و باطل جو کربلا میں رونما ہوا اس نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ۵۶ھ میں یزید ولی عہد مقرر ہوا، اس کے خلیفہ بنتے ہی طوائف الملوکی شروع ہوگئی اور اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہیت و آمریت نے پنجہ گاڑنا شروع کر دیا تو افضل الجہاد کی نظیر پیش کرتے ہوئے کہ ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے، اس کی عملی تصویر بن کر امام حسین رضی اللہ عنہ دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ دین حق دین اسلام اس طریقہ کا داعی نہیں یہ اسلامی روح کے خلاف ہے اور یہ پیغام دیا کہ مومن حکومت و سلطنت ظلم و جبر اور طاقت و قوت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال سکتا ہے اور یزید کی امارت و بیعت کا انکار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول نہ فرمائی اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ ؎

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

آپ کو یزیدی لشکر کے خطرناک عزائم کا انکشاف ہوا تو حرمت کعبہ کی خاطر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا، اسی درمیان کوفیوں کے ہزاروں عقیدت بھرے خطوط ملے مگر آپ ان پر کیسے بھروسہ کرتے چونکہ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا، اس لئے تحقیق کی خاطر اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا ان کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگوں (ایک روایت میں ۲۷۰۰۰ لوگ) بیعت ہوئے، اس کو دیکھ کر حضرت مسلم نے حضرت امام حسین کو آنے کے لئے خط لکھا، تو آپ کوفہ کے لئے عازم سفر ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ و حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا لیکن آپ نے دین حق کی خاطر جان کی قربانی کے لئے بھی ذرا سی لرزش نہ دیکھائی، یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کے لئے زمین تنگ کر دی اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا، یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملی یہ ایک اندوہناک خبر تھی آپ کو زبردست صدمہ پہنچا واپسی پر نظر ثانی کیا بھی جا سکتا تھا، مگر حضرت مسلم ان کے خویش و اقارب جو وہاں موجود تھے انہیں یہ گوارا نہیں تھا، اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قافلہ کے لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے، یہ سن کر صرف دو حضرات چھوڑ کر چلے گئے، ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حر بن یزید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آپ کو محصور کر لیا تا کہ والی عراق عبد اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے، اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا، آپ نے نماز ادا فرمائی بعد نماز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ کے ذریعہ حر اور اس کے ساتھیوں (فوج) کے سامنے پوری بات رکھی، خطوط اور قاصدوں کا حوالہ دیا، حر حیران ضرور ہوا مگر اس نے خطوط کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور اس نے آپ کے قافلہ کو روک لیا، یہاں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس طرح محفوظ ہے:

''اے لوگو! رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی بھی ایسے حاکم کو دیکھے کہ ظلم کرتا ہے، خدا کے حدود کو توڑتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہے اور نہ اسے روکتا ہے تو ایسے آدمی کا اچھا ٹھکانہ نہیں ہے، دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیروکار ہیں، رحمٰن سے بے سروکار ہیں حدود الٰہی معطل ہے، حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے، میں ان

کی سرکشی کو حق اور عدل سے بدل دینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں سب سے زیادہ حقدار بھی ہوں، اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو تمہارے لئے ہدایت ہے ورنہ عہد شکنی عظیم گناہ ہے، میں حسین ہوں، ابن علی، ابن فاطمہ اور رسول اللہ ﷺ کا جگر گوشہ مجھے اپنا قائد بناؤ مجھ سے منھ نہ موڑو، میرا راستہ نہ چھوڑو، یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے۔''

اس حقیقت افروز خطبہ کا لوگوں پر کافی اثر ہوا، لیکن لالچ اور خوف کی وجہ کر چپ رہے، ۹ رمحرم الحرام کی رات کا وقت تھا، آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہے، صبح دس محرم کی تاریخ آ گئی، دونوں اطراف میں صف آرائی ہو رہی تھی، نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے احباب کے ساتھ تیار تھے، آپ کے ساتھ ۷۲ رنفوس قدسیہ جس میں بچے بوڑھے خواتین بھی شامل تھیں، دوسری جانب ۹۰ رہزار کا لشکر جرار تمام حرب وہتھیار سے لیس تھے، آپ نے جس جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرف رخ کرتے یزیدی فوج بھیڑیوں کی مانند بھاگ کھڑی ہوتی، معاملہ بہت طویل ہو گیا، معصوم اور شیر خوار بچے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگے، خیمے جلا دیئے گئے، بھوکے پیاسے نواسۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان کربلا میں صبر کا پہاڑ بن کر جمے رہے، یزیدی دور سے تیر برساتے رہے اور پھر ایک مرحلہ آیا کہ بد بخت شمر ذی الجوشن جب قریب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہی سفید داغ والا وہی بد بخت ہے، جس کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں اپنے اہل بیت کے خون سے اس کے منہ کو رنگا دیکھتا ہوں اور وہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی، شمر لعین کے لئے بدبختی ہمیشہ کے لئے مقدر بن گئی، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدہ میں گئے اور شمر لعین کی تلوار نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن مبارک کو تن سے جدا کر دیا، وہ یوم عاشورہ جمعہ کا دن تھا، ماہِ محرم الحرام ۶۱ھ میں یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۵۵ رسال کے قریب تھی۔

پیغامِ شہادت امام حسین

سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہمیں کئی پیغام دیتی ہے، اوّل یہ کہ ایمان والا اپنے خون کے آخری قطرہ تک حق وصداقت پر جما رہے، باطل کی قوت سے مرعوب نہ ہو، دوسری بات یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جن خرابیوں کے باعث یزید کی مخالفت کی، ویسی خرابیوں سے لوگوں اپنے آپ کو الگ کریں اور فسق وفجور والا کوئی کام نہ کریں اور نہ ویسے لوگوں کا ساتھ دیں نیز یہ بھی پیغام ملا کہ ظاہری قوت کے آگے بسا اوقات نیک لوگ ظاہری طور پر مات کھا جاتے ہیں مگر جو حق ہے، وہ کبھی ماند نہیں پڑتا، کبھی مات نہیں کھاتا اور وہ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتا ہے۔

یہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کا سرمایہ حیات یزیدیت نہیں بلکہ شبیریت وحسینیت ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت امتِ مسلمہ کے لئے کئی پہلو سے عملی نمونہ ہے، جس پر انسان عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی طرز پر قائم رکھے اسلامی زندگی اسلامی رنگ وروپ کی بحالی کے لئے صداقت حقانیت جہد مسلسل اور عمل پیہم میں حسینی کردار اور حسینی جذبہ ایثار وقربانی سے سرشار ہو، اقتدار کی طاقت جان تو لے سکتی ہے ایمان نہیں، اگر ایمانی طاقت کارفرما ہو تو اس کے عزم واستقلال کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، لندن کے مشہور مفکر ''لارڈ ہیڈلے'' کے بقول ''اگر حسین میں سچا اسلامی جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے اخری لحات میں رحم وکرم، صبر واستقلال اور ہمت وجوانمردی ہرگز عمل میں آ ہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔''

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ وحقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے اسے دنیا میں عام کیا جائے کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو کے بقول ''حسین کی قربانی ہر قوم کے لئے مشعلِ راہ وہدایت ہے'' اور جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے شہادت امام حسین پہ کہا ہے کہ ؎

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بقیہ ص ۱۲ ر پر

از: مفتی محمد صابر القادری نعیمی*

ماہ محرم الحرام کے فضائل و معمولات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً فی کتب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم۔ ذلک الدین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ یعنی بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو، جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ [پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۳۶]

معلوم ہوا کہ مذہب اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اور محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، محرم کو محرم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس ماہ میں جنگ و قتال حرام ہے، محرم اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور یہی وہ مقدس اور حرمت والا مہینہ ہے جس میں عاشورہ کا دن بہت ہی بابرکت اور معظم ہے، یعنی دسویں محرم کا دن، یہی وہ مقدس دن ہے جس میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے، جس کی ہم ذیل میں مختصر واقعات تحریر کرتے ہیں حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی دن سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مرتبہ شہادت حاصل کیا، قیامت اسی دن یعنی دسویں محرم کو آئے گی، رب العالمین نے عرش پر اپنی شان کے مطابق اسی دن استواء فرمایا اور پہلی رحمت بھی اسی دن نازل ہوئی۔ [غنیۃ الطالبین]

اسی روز اللہ تعالیٰ نے کرسی، قلم اور آسمان کو پیدا فرمایا، اسی دن سیدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو جنت کی طرف اٹھایا گیا اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا، نیز سمندروں کو پیدا کیا، عاشورہ کے دن اصحاب کہف کروٹیں بدلتے ہیں۔ [نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۳۵]

عاشورہ کے دن سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پر نار نمرود گلزار ہوئی، سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام نے مرض سے شفا پائی، حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آئی اور حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکلے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے۔ [عجائب المخلوقات]

عاشورہ کے دن فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا، اسی دن سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے سلامتی کے ساتھ اترے اور شکریہ کے طور پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ کا حکم دیا اور حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی اور حضرت یونس علیہ الصلاۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے عاشورہ عظیم ترین، بزرگ برتر دن ہے، اس میں ہر نیک کام بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے، عاشورہ کے دن غسل کرنا مرض و بیماری سے بچاؤ کا سبب ہے، آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں: من اغتسل یوم عاشوراء لم یمرض مرضاً الا مرض الموت؛ یعنی جو شخص عاشورہ کے دن غسل کرے تو کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا سوائے مرض موت کے۔ [غنیۃ الطالبین]

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب غنیۃ الطالبین جلد دوم، ص ۵۴ پر رقمطراز ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی دیکھی، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس یا ساٹھ سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی پائی، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر خرچ میں وسعت کریں، عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال کے واسطے گھر میں خوب خوب کشادگی کرنا چاہئے۔

* مضمون نگار مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

کیوں کہ صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من وسّع علیٰ عیاله فی النفقة یوم عاشوراء وسّع الله علیه سائر بسنته قال یسفیان انا قد جرّبناه فوجدونا کذالك۔ یعنی جو کوئی عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر نفقہ میں وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت فرمائے گا، حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔ [مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۲]

یتیموں پر شفقت ومحبت

اسی طرح عاشورہ کے دن یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا بڑا ثواب رکھتا ہے، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے نعمت سرورعالم ﷺ نے فرمایا: من مسح بیده علی رأس یتیم یوم عاشوراء رفع الله تعالیٰ له بکلّ شعرة علی راسه درجة فی الجنة۔ یعنی جو شخص عاشورا کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس یتیم کے سر کے ہر بال کے بدلے ایک ایک درجہ جنت میں بلند فرمائے گا۔ [غنیۃ الطالبین، ج دوم ص ۵۳]

معلوم ہوا کہ یتیم کے ساتھ محبت والفت کر ان کا خیال رکھنا باعث اجر عظیم ہے، خواہ عاشورہ کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو، عاشورہ کے روز صدقہ وخیرات کرنا بہت بڑا ثواب ہے، اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں اور اس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔

عاشورہ کا روزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قال ان رسول الله ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود صیاما یوم عاشوراء فقال لهم رسول الله ﷺ ماهذا الیوم الذی تصومونه فقالوا هذا یوم انجی الله فیه موسیٰ وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسیٰ شکراً فنحن نصومه وقال رسول الله ﷺ فنحن احقّ واولیٰ بموسیٰ منکم فصامه رسول الله ﷺ وامر بصیامه۔ یعنی جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ دار پایا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا، لہٰذا سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تم سے ہم زیادہ حق رکھتے ہیں اور زیادہ قریب ہیں تو آپ نے روزہ رکھا اور دوسروں کو اس کا حکم بھی دیا۔ [رواہ البخاری ومشکوٰۃ ص ۱۸۰]

حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صیام یوم عاشوراء احتسب علی الله ان یکفّر السنة التی قبله۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ پر گمان ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دے گا۔ [رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف]

حضرت علامہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان جو کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا، عاشورہ کے روز جیل خانہ سے بھاگ گیا، کافر اس کے تعاقب میں نکلے، جب اس کے قریب پہنچ گئے تو مسلمان قیدی نے دعا مانگی، الٰہی یوم عاشورہ کی برکت سے مجھے ان سے نجات عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے کفار کو اندھا کر دیا اور وہ اس کو نہ دیکھ سکے، اس نے عاشورہ کا روزہ رکھا، جب رات آئی تو کھانے کے لئے کوئی چیز میسر نہ آئی، بھوکا ہی سو گیا، خواب میں اس نے دیکھا کہ ایک فرشتہ شربت لایا ہے، اس نے اس کو پی لیا، اس کے بعد وہ دس سال زندہ رہا اور اس کو کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ [نزہۃ المجالس، جلد اوّل ص ۱۴۵]

یوم عاشورہ کے ممنوعات

عاشورہ کے دن سیاہ کپڑے پہننا، سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، نوحہ کرنا، چھری، چاقو سے بدن زخمی کرنا، جیسا کہ رافضیوں کا طریقہ ہے، حرام اور گناہ ہے، ایسے افعال شنیعہ سے اجتناب کلی کرنا چاہئے، ایسے افعال پر بخاری، مسلم، مشکوٰۃ وغیرہ کتب احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، ان سے بچنا ہر اہل ایمان کے لئے ضروری اور اشد ضروری ہے۔

ایک عبرت ناک واقعہ

عاشورہ کے روز ایک فقیر رے کے قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اللہ کے نام پر اس دن کے حق کے لئے کچھ دو، قاضی صاحب نے منہ پھیر لیا اور اسے کچھ نہ دیا، ایک نصرانی نے دیکھ کرا تنا دیا کہ وہ راضی ہو لیا، جب رات آئی تو قاضی نے خواب میں دیکھا کہ ایک محل سونے اور دوسرا یاقوت احمر کا بنا ہوا ہے، پوچھا یہ محل کس کے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ یہ تیرے پڑوسی فلاں نصرانی کو دے دیئے گئے ہیں، جس نے فقیر کی حاجت پوری کی تھی، جب قاضی بیدار ہوا تو نصرانی کے پاس جا کر اس نے کہا کہ ایک لاکھ روپئے لے لو اور جو فقیر کو خیرات دے کر ثواب حاصل کیا ہے، وہ مجھے دیدو، نصرانی نے کہا کہ اگر تو ایک محل کی چوکھٹ کے ایک لاکھ روپئے دے تو تب بھی میں وہ ثواب تجھے دینے کے لئے تیار نہیں ہوں اور اس نے کلمہ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، دیکھا آپ نے کہ عاشورہ کے دن صدقہ خیرات کیا رنگ لاتا ہے۔ [جلد اول ص ۱۴۶]

روض الافکار میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے عاشورہ کے روز سات درہم خیرات کئے اور سال بھر اس کے عوض کا انتظار کرتا رہا، جب دوبارہ عاشورہ کا دن آیا تو اس نے ایک عالم دین کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص عاشورہ کے دن ایک درہم خیرات کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں ایک ہزار درہم عطا فرمائے گا تو اس نے کہا کہ میں یہ بات تسلیم نہیں کرتا کیونکہ میں نے پچھلے عاشورہ کے دن سات درہم خیرات کئے تھے اور پورا سال گزر گیا ہے مگر مجھے اس کے بدلے بھی تک کچھ ابھی نہیں ملا، جب رات آئی تو ایک آدمی سات ہزار درہم لے کر اس شخص کے پاس آیا اور کہا: اے جھوٹے! یہ سات ہزار درہم پکڑ، اگر تو قیامت تک صبر کرتا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوتا مگر تو نے صبر نہ کیا۔ [ایضاً ۱۴۷]

عاشورہ کے نوافل

عاشورہ کی رات کے تعلق سے بہت ساری نمازیں مرقوم ہیں، طوالت کے سبب یہاں اختصار سے کام لیا جا رہا ہے، جو شخص اس رات میں چار رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد پچاس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس گزشتہ اور پچاس سال آئندہ کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لئے ملاء اعلیٰ میں ایک ہزار محل تیار کرتا ہے۔ [ما ثبت من السنہ ص ۱۶]

اسی رات دو رکعت نفل قبر کی روشنی کے واسطے پڑھی جاتی ہے، جن کی ترکیب اس طرح ہے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے، جو آدمی اس رات میں یہ نماز پڑھے گا تو اللہ قیامت تک اس کی قبر روشن رکھے گا۔ [جواہر غیبی]

آقائے کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو عاشورہ کے روز چار رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ احد گیارہ گیارہ بار پڑھے تو اللہ اس کے پچاس برس کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لئے ایک نورانی ممبر بناتا ہے۔ [نزہۃ المجالس، ج ۱ ص ۱۷۶]

اعمال عاشورہ

مجالس محرم کا انعقاد اور ایصال ثواب کی نیت سے نذر و نیاز کرنا، سبیل لگانا اور شربت دودھ وغیرہ پلانا معمولات اہل سنت سے ہے جو باعث خیر و برکت ہے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میری ماں فوت ہوگئی ہے فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا و قال ھٰذہ لام سعد۔ تو کون سا صدقہ افضل ہے جو ماں کے لئے کروں فرمایا پانی تو انہوں نے کنواں کھدوا دیا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ [ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ]

اس حدیث شریف میں یہ الفاظ ھٰذہ لام سعد کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنوایا گیا ہے، اس سے صراحۃً ثابت ہوا کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ یا خیرات کی جائے، اگر اس صدقہ، خیرات اور نیاز پر مجازی طور پر نام لیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ یہ سبیل حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے ہے یا یہ کھانا یا یہ نیاز صحابہ کرام اہل بیت اطہار یا حضرت غوث اعظم یا حضرت خواجہ غریب نواز کے لئے ہے، تو ہرگز ہرگز اس سبیل کا پانی، وہ کھانا اور نیاز وغیرہ حرام نہ ہوگا، ورنہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اس کنویں کا پانی بھی حرام تھا، جس کنویں

کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے، اس کنوئیں کا پانی حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور اہل مدینہ کے نزدیک حلال وطیب ہے تو جس سبیل کے پانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے ہے یا یہ نیاز وغیرہ فلاں کے لئے ہے تو وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک حلال وطیب ہے۔

مذہب حنفی کی معتبر و مشہور کتاب ہدایہ شریف میں ہے کہ ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰتا وصوما او غیرها عند اهل السنة والجماعة۔ بے شک انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز کا ہو یا روزہ کا ہو یا صدقہ وخیرات وغیرہ کا ہو یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

دعا ہے مولائے کریم ہم مسلمانوں کو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادری اور غیرت دینی کا صدقہ عطا فرمائے، آپ کی سچی محبت اور معمولات اہل سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

■■■

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

اسلام اور احترام آدمیت

اس وقت اگر آپ دنیا کا جائزہ لیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ہر طرف اضطراب ہے، ہر طرف بے چینی اور بے کلی ہے، ہر طرف اداسی و مایوسی ہے، کہیں راکٹ کی سنسناہٹ ہے تو کہیں میزائیل کی گرگراہٹ، کہیں گولی کی آوازیں ہیں تو کہیں کسی ملبے سے اٹھتی ہوئی درد بھری آہیں، آہ و کراہ سے بھری اس دنیا سے اگر آپ پوچھیں کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے تو دنیا یک آواز جواب دے گی "امن و سکون" کی، آج ہم میں سب کچھ ہے مگر سکون جس کی ضرورت بنیادی حیثیت رکھتی ہے، جس کے بغیر سب کچھ رکھ کے بھی ہم پریشان ہیں، وہی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ دولت رکھ کر بھی ہم آزردہ ہیں، مال کی ریل پیل ہے مگر ہم ملول ہیں، ہماری آنکھ میں آنسو ہے پیشانی پر شکنیں ہیں، چہرے پہ افسردگی ہے دل میں ہزاروں گھٹن ہیں، سامان حرب و ضرب بلکہ میزائیل، بم و ایٹم رکھ کر بھی ہم ہر وقت خطرے میں ہیں، ہمہ دم لرزاں و ترساں ہیں، سکتیں پہ یہ سوال بے تابانہ اٹھتا ہے کہ وہ مال کس کام کا جس میں اطمینان نہ ہو، وہ دولت کس کام کی جس میں سکون نہ ہو، وہ اسباب و وسائل کس کام کے جس میں جوہر آرام نہ ہو، عالمی منظر نامے کا یہ وہ موڑ ہے جہاں دنیا کا ہر مذہب، دنیا کا ہر کلچر بلکہ دنیا کا ہر علم و ہنر عاجز و درماندہ ہے، اس لیے کہ ان سب کے پاس آرائش جسم کے تو ہزاروں سامان موجود ہیں مگر آسائش دل کے لیے کچھ بھی نہیں، اگر مسلسل یہ دنیا سکون سے خالی رہی تو بکھر جائے گی، اجڑ جائے گی، تو پھر دوسرا اور اہم سوال ایسے میں یہ اٹھتا ہے کہ دنیا کو بچایا کیسے جائے؟ اس کی روٹھی ہوئی مسرت کی بازیابی کیسے ہو؟ اس کی روکھی پھیکی بلکہ جھوٹی مسکراہٹ کو سچی حقیقی مسکراہٹ کا روپ کیسے دیا جائے تو اس کا جواب صرف ایک ہے، اسلام کے دامن میں پناہ لینے میں، بے قرار دنیا کہیں پناہ لے گی تو اطمینان ملے گا، یہ صرف اسلام کا دامن ہے جو سکون و قرار کے لولو و مرجان سے لبالب ہے، یہ صرف اسلامی تعلیمات ہے جس کے دامن سے آب حیات کے ہزاروں شفاف چشمے بہتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کی سب سے باکمال خوبی یہ ہے کہ وہ دوسروں کی طرح صرف جسم پر نظر نہیں رکھتا بلکہ دل پر بھی خصوصی توجہ دیتا ہے، اس تاریخی سچائی اور زمینی حقائق سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس زمانے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، اگر اس زمانے کی دہشت گردی کو آپ دیکھیں گے تو شاید اپنے زمانے کی دہشت گردی کو بھول جائیں گے، اگر اس زمانے کے ظلم کو دیکھیں گے تو اس زمانے کا ظلم ہلکا نظر آئے گا، مگر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے روتی دنیا، بلکتی انسانیت، سسکتی فضا اور چیختی روحوں کو اپنی سیرت و کردار کے معطر پھولوں، اپنی عادت و اطوار کے منور چراغوں اور رحمت و رافت کے مبارک پھولوں سے ایسا پر نور، عطر بیز اور حیات آفریں بنا دیا کہ عالمی جائزے پر دنیا اس اعتراف پر مجبور ہو گئی کہ دنیا کی انقلاب آفریں، شخصیت ساز اور انسانیت نواز ہستی میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اولین ذات ہے۔

پنڈت ہری چند اختر کہتے ہیں ؎

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

آخر یہ سب ہوا کیسے؟ اس کنارے سے اس کنارے تک اور اس پار سے اس پار تک اسلام کی باد بہاری کیسے چلی؟ جان کے دشمن جاں نثار کیسے بن گئے؟ خون کے پیاسے محبت کے متوالے کیسے ہو گئے؟ نفرت کے خارستان میں الفت کے گلاب کیسے کھل

* مقالہ نگار جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف و معتبر اہل قلم ہیں۔

گئے؟ تو اس کا صرف ایک جواب ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شخصیت اور آپ کی باکمال سیرت کی برکت سے، یہاں پر اسلامی تعلیمات کے آفاق سے دو تین تارے چن کر مضمون کے دامن میں ٹانکنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ میرے دعویٰ کو دلیل کا ہمالہ مل جائے۔

(۱) آج ہی کی طرح بعثت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے قبل بھی انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، کسی کو کسی معمولی بات پر بھی قتل کر دینا ان کی فطرت بن چکی تھی، اسلام نے رونمائی کے بعد اس سلسلے میں متواتر ہدایات جاری کئے، دفعات نافذ کئے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نجی و عمومی مجلسوں میں انسانی جانوں کی اہمیت سمجھائی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنی ارشادات کے ذریعہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن اور لگن کی تائید فرمائی، مثلاً قرآن کی ایک آیت ہے جس کا ترجمہ ہے:

”جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔“ [سورہ مائدہ/۳۲]

دیکھئے قرآن مجید اس آیت میں ایک انسانی جان کی عظمت بتا رہا ہے کہ ایک انسان کی جان ایک طرف اور پوری انسانی دنیا کی جان دوسری طرف، یعنی کسی ایک مقتول انسانی جان کو ترازو کے پلڑے میں رکھئے اور پوری زندہ انسانی جان کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھئے تو دونوں پلڑا وزن میں برابر نظر آئے گا، گویا کہ کسی نے ایک انسان کو ناحق مار دیا تو اس نے پوری انسانی برادری کی جان لے لی، یہ صرف اسلام ہے جس نے پہلی بار اتنے بامعنی انداز میں انسان کی اصل قدر و قیمت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اسلام کی یہ پیشکش نادر اور منفرد تھی اور رہے گی، اس کی اتنی قدر و قیمت اس لئے ہے کہ رب قادر و قدیر نے اپنی تمام تخلیقات میں صرف تخلیق انسانی پر ناز فرمایا ہے اور اس کے سر پر ”لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم“ کا تاج زریں سجایا ہے، تو جس رب رحیم و کریم نے اتنے ناز و انداز سے انسان کو پیدا فرمایا ہے، وہی اس کی اہمیت بھی سمجھا رہا ہے تاکہ لوگ جان تلفی نہ کریں بلکہ جاں نوازی کر کے رب کی خوشبودی حاصل کریں۔

(۲) انسان تو پھر انسان ہے اسلام حیوان کو بھی ستانے، مارنے اور تکلیف پہنچانے سے سختی سے منع کرتا ہے، ایک سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سواری کے جانور کو اس کے ٹھیک سے نہ چلنے یا شرارت کرنے پر مارا تو رحمت عالم ﷺ نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: عائشہ" نرمی کو لازم کر لو اور سختی سے بچو، جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے جدا کر لی جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔ [مسلم شریف]

کاش آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا یہ نور آج کے انسانوں کی روح میں سرایت کر جائے تاکہ اس کے اندر سے سختی نکل جائے، اس میں نرمی آجائے، ظلم نکل جائے انصاف آئے، درندگی نکل جائے درخشندگی آجائے، دیکھئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پیاری بیوی نے اگر اونٹ کو مارا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی ٹوکا اور ہدایت فرمائی، نرمی اختیار کرنے کا فائدہ اور سختی کا نقصان ان کے سامنے آشکارا فرمایا، اونٹ تو پھر اونٹ ہے کہتے ہیں اس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی، مرغی تو چھوٹی سی سیدھی سادی چیز ہے مگر دیکھئے اسلام میں چھوٹی جان کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی بڑی جان کی، اگر کوئی مرغی کو ستائے تو اس کا کتنا بڑا نقصان ہے، پڑھئے اسلام کا نظام عدل اور دیکھئے اسلام کی ہمہ گیر رواداری۔

(۳) حضرت سیدنا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں" اگر کوئی شخص مکمل طور پر نیکیاں کرتا رہے اور اگر اس کی ایک مرغی بھی ہے جس سے وہ برا برتاؤ کرتا ہے تو اسے نیک کام کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔" [رسالہ قشیریہ]

کہاں ایک طرف صرف نیکیاں نہیں مکمل طور پر نیکیاں کرنے والا اور کہاں ایک ننھی سی جان مرغی مگر یہ اسلام ہے جو جان کی قدر کرنا سکھاتا ہے، یہ اسلام ہے جو چھوٹی جان اور بڑی جان میں امتیاز نہیں کرتا اور ہزاروں نیکیوں کے باوجود مرغی کے ستانے پر اسے نیکوکار نہیں کہے جانے کی تلقین کرتا ہے، جو اسلام مرغی کی جان کو اتنی عزت دیتا ہے وہ اسلام دہشت گردی کا داعی کیسے ہوسکتا ہے؟

راستی کی تیغ تھی جو تھی مسلمانوں کے پاس خنجر آہن نہیں وہ خنجر اخلاق تھا اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا یہ شعوری نتیجہ ہے کہ لوگ اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے میں بے باکی کا مظاہرہ کررہے ہیں، اس بامقصد غلطی کی تین وجہیں میری نظر میں ہیں:

اوّل: اسلام کی حقیقی تعلیم سے ناآشنائی۔

دوم: اسلام کی بقا اور ارتقا سے حسد۔

سوم: بنام اسلام و مسلمان کچھ عاقبت نااندیش لوگوں کی عاقبت نا اندیشانہ حرکت و عمل یہ تیسری اور آخری دفعہ ایسی ہے جس نے اسلام مسلمان اور انسانیت سب کو اپنے ظالمانہ روش سے شرمسار کررکھا ہے، اگر حقائق کا منصفانہ نظروں سے آپ محاسبہ کریں تو آپ کا ضمیر آپ کا منصف بن کر جواب دے گا کہ یہ سب بطن وہابیت سے جنم لینے والے کیڑے مکوڑے، فرقے، جماعتیں اور تنظیمیں ہیں جنہوں نے دنیا کو شعلہ بداماں اور جہنم زار بنا رکھا ہے، ان کی اس جرات وحشیانہ کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے افکار ونظریات محبت کے ساتھ عظمت نبی کے لوازمات سے یکسر خالی ہیں، ان کی نظریں ہر وقت محبوب خدا علیہ التحیہ والثنا کی حیات وصفات میں عیب ونقص ڈھونڈنے میں لگی ہیں، نبی سے جب محبت ہوتی ہے تو نبی کے فضائل ومحاسن سے بھی محبت ہوتی ہے، بلاوجہ کوئی کسی کی تعریف کیوں کرے گا؟ ہم اہل سنت وجماعت نبی کی تعریف پر تعریف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی محبت عظمت کے ساتھ ہمارے دل میں جاگزیں ہے، اعلی حضرت امام اہل سنت عارف باللہ عاشق مصطفےٰ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ تبھی تو ارشاد فرماتے ہیں ؎

ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے
کمی ہو عشق نبی میں کبھی خدا نہ کرے

نبی سے سچی محبت ہوتی ہے تو دل میں سوز و گداز ہوتا ہے، نرمی اور ملائمت ہوتی ہے، ایک دوسرے کی قدر کرنے کی توفیق ملتی ہے، اخلاص کی شیرینی اور اخلاق کا جمال ملتا ہے اور اگر اسی میں کمی ہوجائے تو انسان درندہ صفت، حیوان فطرت ہوجاتا ہے، اس کی نظر میں ظلم، ظلم نہیں رہتا، حسن وقبح میں پرکھ کی قوت ختم ہوجاتی ہے، پھر نتیجے کے طور پر وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہوجاتا ہے جس سے انسانیت لرزاٹھے، آدمیت تڑپ جائے، جیسا کہ دنیا آج داعش کی شکل میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، وہ مظلوموں کی آہیں، وہ بیواؤں کے نالے، وہ یتیموں کے شیون، وہ بے سہاروں کی فریادیں، وہ زخم خوردوں کی چیخیں، یہ سب کیا ہیں؟ نہ یہ اسلام ہے اور نہ یہ اسلام کی تعلیم، اسلام تو مروت ومحبت، پاسداری ورواداری، یگانگت وہمدردی، جاں نثاری وجاں سپاری، بھائی چارگی وغمگساری کا مرقع ہے جیسا کہ سطور بالا میں ہم نے چند جھلکیاں دکھائی ہیں، ایسے حال وماحول میں شدت سے یہ ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ دنیا کے سامنے دنیا کی تمام زبانوں میں اسلامی اخلاق وآداب، روش وتعلیمات، عالم نواز تصورات بہت سہل، شگفتہ اور شیریں اسلوب میں پیش کیا جائے، جس دن ہم مسلمان اسلام کا حقیقی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے وہ دن دنیا کے لئے امن اور اسلام کے لئے غلبہ کا دن ہوگا۔

حاصل محصول یہ کہ اسلام سلامتی کا علمبردار اور امن وسکون کا داعی ہے، دنیا میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جو ہر جان کی قدر کرنے کی تلقین کرتا ہے، یہ اسلام ہی ہے جسے انصاف سے محبت اور ظلم سے نفرت ہے، یہی وہ مذہب ہے جو انسان تو انسان، حیوان سے بھی ہمدردی کی ہدایت دیتا ہے، اسلام کی تعلیمات سے عیاں ہے کہ جو سچا مسلمان ہے وہ دہشت گرد نہیں ہوسکتا اور جو دہشت گرد ہو، وہ سچا مسلمان نہیں ہوسکتا، اسلام کا پیغام دنیا کے نام آج بھی یہی ہے کہ ؎

چاند سا کردار اپناؤ اے میرے دوستو!
داغ اپنے پاس رکھو روشنی بانٹا کرو

قارئین کرام

سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور بتائیں تاکہ آپ کے مفید مشوروں سے اسے مزید بہتر سے بہتر بنایا جاسکے، جامعۃ الرضا، حضور تاج الشریعہ اور مرکز اہل سنت کی دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے ماہنامہ سنی دنیا کا مطالعہ کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

از: نبیرۂ حافظ الملک حضرت علامہ سعید احمد خاں بریلوی علیہ الرحمہ *

اسلام اور تلوار

قند مکرر کے عنوان سے ایک نئے کالم کا آغاز کیا گیا ہے، جس کے تحت حالات کے موافق اور افادیت سے بھرپور اکابرین اہل سنت کی قدیم تحریریں دوبارہ شائع کی جائیں گی، اس شمارے میں نبیرۂ حافظ الملک حضرت علامہ سعید احمد خان بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریر شائع کی جارہی ہے جو اسلام اور تلوار کے عنوان سے ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف، ماہ جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ [illegible] کے شمارے میں قسط وار چھپی، یہ تحریر رسالے کے صفحات پر آج بھی اپنی اہمیت وافادیت کی خوشبو بکھیر رہی ہے جسے پڑھ کر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے ۔ ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی (فاروقی)

کارخانۂ قدرت کی بوالعجبیاں اور طلسم کدۂ ہستی کی نیرنگیاں اگر ایک گروہ کے لئے محیر عقل ہوتی ہیں تو دوسری جماعت پر ایسے حقائق وانکشافات کے دروازے کھولتی ہیں کہ وہ اصول جن کو دنیا اپنے زعم میں کل تک ناقابل ابطال تسلیم کئے ہوئے تھی، آج مثل تقویم کہنہ پارہ پارہ ہوجاتے ہیں اور متبحرین علوم وفنون کو اپنی پیش پا افتادہ غلطی پر نہ صرف تعجب ہی ہوتا ہے بلکہ بے اختیار ہنسی آتی ہے، تاریخ کے صفحات اس قسم کے واقعات سے لبریز ہیں صرف ایک مثال ہمارے موضوع کی وضاحت میں کفایت کرے گی۔

مدتہامدت سے جو دنیا اپنے عظیم بادشاہ کو مافوق البشریت تسلیم کئے ہوئے تھی، اسلام سے قبل کہیں وہ خدائی فوجدار تھا جس کا حکم بعینہٖ حکم خدا مانا جاتا تھا اور جس کے حکم کی عدم تعمیل خداوندی ناخوشی کا باعث تھی، کہیں اس کو "اوتار" تسلیم کرتے تھے اور کہیں تو اس کو بالکل انسانی جامہ میں خدا ہی تسلیم کرتے تھے، اس کے ہر حکم کی تعمیل فرض، اس کے چشم وابرو کے اشاروں پر چلنا نجات دارین کا باعث اور اس کی حرکت وسکون، رفتار وگفتار قابل تقلید، اس کے ارشاد پر نکتہ چینی ناقابل عفو گناہ اور اس کے فرمان کی عدم تعمیل ہمیشہ کے لئے عذاب آخرت کو موجب، اس وقت کی تمام متمدن اقوام کی ذہنیت غلامی کا یہی حال تھا۔

شہنشاہ روم، شاہ فارس اور بادشاہان ہند سب اسی قسم کے فرمارواتھے، یہ اس وقت دنیا کی مہذب ترین قومیں تھیں اس لئے کہ عرب تو اس وقت بربریت وجاہلیت کے تنگ وتاریک غار سے باہر ہی نہیں آیا تھا۔

دنیا اسی حماقت میں (من جملہ اور حماقتوں کے) مبتلا تھی کہ دفعۃً پردہ اٹھتا ہے: ایک وجود مسعود وحشی ترین لوگوں میں پیدا ہو کر یا تنگ دہلی اخوت ومساوات کا خطبہ پڑھتا ہے، بادشاہ کی ہستی کو اس اعلیٰ نشین کبریائی سے گرا کر اس کی تمام خود ساختہ بزرگی وتقدس پر پانی پھیر دیتا ہے اور دماغوں میں ایسا انقلاب عظیم پیدا کرتا ہے کہ سوائے خدائے واحد کے کسی اور ہستی کی حقیقت ان کی نگاہوں میں ذرہ برابر بھی باقی نہیں رہتی ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا ایک واقعہ دلچسپی سے خالی نہیں، یرموک کی جنگ میں شہنشاہ روم کی طرف سے باہان سپہ سالار فوج تھا، قبل جنگ سلسلہ سفارت شروع ہوا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیر بن کر باہان کی فوج کی طرف گئے، رومیوں نے اپنی شان وشوکت دکھانے اور عربوں کو مغلوب کرنے کے لئے بڑے تزک واحتشام کے ساتھ تمام فوج کو اسلحہ میں غرق کرکے دورویہ پرے جمائے اور نفیس ترین قالین وفروش خیمہ میں بچھائے لیکن حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر چیز کو حقارت سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔

مترجم کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی، باہان نے بعد تعریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیصر کی بڑائی شروع کی، حضرت خالد نے مترجم کو روک کر کہا کہ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا لیکن ہم نے جسے سردار بنا رکھا ہے اگر اس کو ایک لحظہ کے لئے بادشاہی کا خیال آئے تو ہم اسے معزول کردیں، اسی طرح جنگ قادسیہ سے قبل فارسیوں کے سردار رستم سے سفیر اسلام حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے یہ الفاظ استعمال کئے کہ:

”تمہاری طرح ہم لوگوں میں یہ دستور نہیں ایک شخص خدا بن کر بیٹھے اور تمام لوگ اس کے آگے بندہ ہو کر گردن جھکائیں۔“

اسلام کے اس انقلاب کن پہلو پر نظر ڈال کر بہت سی عقلیں متحیر رہ گئیں لیکن وہ جن کو ازل سے عقل سلیم عطا ہوئی تھی دنیا کی پچھلی حماقتوں پر بے اختیار ہنس پڑے اور بزبان حال کہا۔ ؎

خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

ہم قارئین کرام سے اس طویل تمہید کی معافی مانگتے ہوئے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ایک عظیم واقعہ یا حادثہ سے کس طرح بے بنیاد اصول کی جڑ کٹ جاتی ہے اور حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

قبل جنگ عظیم کا ایک وہ زمانہ تھا جب کہ اعدائے اسلام مذہب حق کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے تھے اور نہ صرف سراپا لغو و مہمل اعتراضات ہی پر بس کیا جاتا تھا بلکہ افترا و بہتان اور کتمان حق پر کمر ہمت چست باندھے اپنے خیال میں اسلام کا مذاق اڑایا جاتا تھا، فصیح و بلیغ لکچروں میں، ضخیم و متداول کتابوں میں من جملہ اور امور کے خصوصیت کے ساتھ تعدد ازدواج اور اسلام کی لڑائیوں پر پرزور بحثیں کی جاتی تھیں۔

اگر اوّل سے اسلام کو خلاف اخلاق کہا جاتا تو ثانی سے اسلام کی تبلیغ واشاعت پر بدنما داغ رکھا جاتا تھا اگرچہ علمائے دین دلائل قاہرہ سے ان ضعیف اعتراضوں کو مثل تار عنکبوت پارہ پارہ کر دیتے تھے لیکن وہاں تو پردۂ غفلت ایسا پڑا تھا کہ اٹھتا ہی نہ تھا اور ”مرغ کی ایک ہی ٹانگ“ کہنے کی دل میں ٹھان لی گئی تھی۔

جب دلائل و براہین ہٹ دھرمی و بیباکی پر غالب نہ آسکے تو قدرت نے شان جمال کو شان جلال سے بدلا اور دنیا کو راہ راست پر لانے کے لئے قہر الٰہی جنگ یوروپ کی شکل میں رونما ہوا اور آخر دنیا کو اسلام کے زرین اصولوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔

جنگ یوروپ سے قبل اگر علمائے اسلام جنگ کو مدافعت کا ذریعہ اور اعلیٰ ترین اصول کی حمایت میں استعمال کرنے کا ناگزیر آلہ بتاتے تھے تو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا تھا کہ ایسے اصول ذاتی مفاد کے لئے وضع کر لینا کتنی بڑی بات ہے، کہا جاتا تھا کہ اسلام تباہ کن مذہب ہے اور اس مذہب نے قتل وغارت وتباہی کی بنیاد قائم کی، اسلام پر یہ افترات قائم کئے جا رہے تھے تو جنگ یوروپ شروع ہوئی، دفعتہً پانسا پلٹا اور مدعیان امن وصلح نے بعینہٖ اسی اصول کی حمایت میں جو اسلام نے اختیار فرمایا تھا، لڑائی شروع کر کے بے تعداد جانوں کا خون روا رکھا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب جرمنی نے بلجیم پر حملہ اور پوری قوت وطاقت کے ساتھ یوروپ کو ختم کرنے کا عزم کیا تو سارے مدعیان صلح وآشتی نے یہ کہہ کر کہ بلجیم کی حفاظت کی معاہدہ کی بنا پر جرمنی کے خلاف اعلان جنگ ایک اخلاقی فرض ہے اتحاد واتفاق کیا اور یہ عذرات پیش کئے کہ کمزور قوموں کی حفاظت اور ان کو طاقتور قوموں کا لقمہ بننے سے بچانا ایک اہم فرض ہے اور بنی نوع اصل بہی خواہی یہ ہے کہ مدافعانہ جنگ قابل فخر اور لائق عزت امر ہے، یہ کہ بلند اصول کی حمایت میں جان سے دریغ کرنا بدترین دون ہمتی اور انسانیت کا خون ہے، یہ عذرات مدبران سلطنت ہی کی طرف سے پیش نہیں کئے گئے تھے بلکہ بڑے بڑے پادریوں نے خطبوں، جلسوں اور گرجاؤں میں ان کا اعلان کیا تھا، جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ مقولہ کہ ”میں تلوار اور آگ کے ساتھ آیا ہوں“ نظیر میں پیش کیا، انگلستان میں لندن کے ایک بڑے پادری نے اپنے لکچر میں کہا:

”اگر ہم ایک بدوضع سپاہی کو ایک بچے کے ساتھ برا برتاؤ کرتے دیکھیں تو کیا ہم کو خاموش کھڑا رہنا چاہئے؟ نہیں بلکہ ہم کو سپاہی کو سرعت وسختی کے ساتھ روکنا چاہئے، کمزور اقوام اپنے حقوق کے لئے لڑتی ہیں اور طاقتور اقوام کو کمزور اقوام کے دشمن کو زیر کرنے میں مدد دینا چاہئے۔“

کیا ایک مسلمان ان مدعیان امن سے یہ کہہ نہیں سکتا کہ کیا یہی بلکہ ان سے بھی زبردست اسباب اسلام کی لڑائیوں کے نہ تھے؟ اگر باتیں ذاتی مفاد کے لئے وضع نہیں کی گئیں تھیں تو کیا یہ وجہ ہے کہ ان سے بہتر واعلیٰ مفاد کے لئے تلوار اٹھانا جرم قرار پاتا ہے؟ وہ اسباب جن کی وجہ سے اسلام کو تلوار اٹھانا پڑی اس زمانہ کی کہیں زیادہ اپنی اصلی حالتیں رونما تھیں، حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی کیا حالت تھی اس کا حال مختصر عرض کیا جاتا ہے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے وہ زمانہ تاریک ترین زمانہ تھا اخلاق کو دیکھو تو ایسی خرابی نظر آئے گی کہ اس سے بدتر متصور ہی نہیں ہوسکتی، پارس میں مزدک کے اصول کے ماننے والے بکثرت تھے آج جس نے ہر عورت کو ہر مرد کے واسطے جائز قرار دے دیا تھا، محرمات وغیرہ کی کوئی قید نہ تھی، اس وجہ سے جس بے حیائی اور شرمنا کی کا ارتکاب ہوتا تھا وہ محتاج بیان نہیں۔

ہندوستان میں شاکتک مت کا دور دورہ تھا جس کی رو سے ہر دولہن پہلی شب مہنت کے پاس گزارنے پر مجبور کی جاتی تھی اور یہ اعلیٰ درجے کی پرستش وعبادت خیال کی جاتی تھی، وہ ممالک جن میں عیسائیت پھیلی ہوتی تھی ایسی ہی شرمنا کی کا شکار تھے۔

ہر ملک میں ننوں (وہ عیسائی عورتیں جو مذہبی عبادت کے نام پر کنواری رہتی تھیں) کے لئے گرجا تھے جن میں وہ بے حیائی کی جاتی تھی کہ معاذ اللہ۔

پھر اس سے قطع نظر حقوق العباد کو دیکھئے تو اس کا مفہوم ہی ان کے دماغوں میں نہ تھا بچپن میں لڑکیاں نہ صرف مار ہی ڈالی جاتی تھیں بلکہ زندہ دفن بھی کردی جاتی تھیں، عورت کے حقوق بالکل ناپید تھے، وہ جانور سے زیادہ بدتر خیال کی جاتی تھی اس کا وجود باعث شرم سمجھا جاتا تھا، ہندوستان میں اس کو ستی ہونا پڑتا تھا، حقوق ہمسایہ بالکل مفقود تھے، ایک دوسرے کی ہمدردی سے ان کے دماغ بالکل خالی تھے، اخوت ومساوات کو وہ جانتے ہی نہ تھے، کمزوروں کو قوم پامال کئے ڈالتے تھے، غلاموں کی حالت ناگفتہ بہ تھی، ان پر جو مظالم ہوتے تھے ان کو بیان کرتے ہوئے روح انسانی کانپ جاتی ہے، گرم ریت پر لٹانا، گرم پتھروں پر کھڑا کرنا، گرم لوہے سے داغنا، کانٹوں میں گھسیٹنا اور اسی قسم کے ایسے شرمناک مظالم ہوتے تھے کہ بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔

یہ تو ان کی انفرادی حالت تھی من حیث القوم دیکھئے تو کمزور قومیں طاقتور اقوام سے ہر وقت لڑتی رہتی تھیں، رعایا پر مظالم کی حد نہ تھی، ان کے حقوق کی حفاظت کی نہ کوئی ذمہ داری تھی اور نہ ان پر باقاعدہ حکومت!

غرض کہ ہر پہلو سے دنیا کو زبردست اصلاح کی ضرورت تھی یہ تمام خرابیاں خدائے واحد کی عبادت نہ کرنے کی وجہ سے تھیں، آتش پرستی، تثلیث اور بت پرستی کے لازمی نتائج، حقوق انسانی کی پامالی، اخلاق کی بدتہذیبی اور جہالت کی تاریکی ہیں، ان تمام مذمومات کے دفع کی صرف ایک ہی تدبیر ہوسکتی تھی اور وہ یہ کہ تمام معبودان باطل سے متنفر کرکے خدائے واحد اور خالق کائنات کا پرستار بنایا جائے، غیر مذہبوں کے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو دعوت پیش کرتے تھے اس کے تین حصے تھے۔

۱ اوّل یہ کہ اسلام لایا جائے تاکہ اسلام کی بدولت بنی نوع مطمئن ہو یعنی انسانی حقوق کا تحفظ ہو، کمزور پر زبردست جبر وظلم نہ کرنے پائے، مخلوق الٰہی میں خصائل حسنہ پیدا ہوں، جس سے دینا کی تمام خرابیاں دور ہوجائیں۔

۲ دوم یہ کہ جزیہ دینا قبول کیا جائے، یعنی حکومت اسلامی ہو، اور اسلام کو غلبہ تاکہ غیر مذاہب بنی نوع انسانی پر ظلم وستم نہ کرسکیں۔

۳ سوم یہ کہ اگر مذکورہ بالا دونوں باتوں کے منظور کرنے سے انکار ہو تو تلوار ہے، یعنی جب کسی طرح انسانی حقوق کی نگہبانی نہیں ہوسکتی تو بزور تلوار زبردستوں اور ظالموں کا زور کم کیا جائے، کیا نفیس ترین اصول کی حمایت میں تلوار اٹھانا (وہ بھی آخری مرتبہ) قابل ملامت ہوسکتا ہے؟

مذکورہ تقریر سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ اسلام کی لڑائیوں کے دو مقصد تھے، اوّل مدافعت دوم حقوق انسانی کو پامالی سے بچانا (جن میں حقوق غلام، حقوق عورت اور حقوق طفلاں شامل ہیں) کمزور قوموں کی حفاظت اور عہد وپیمان پر استقامت اتمام امور کو واقعات سے ثابت کرنا باعث تطویل ہوگا لیکن دعویٰ بلا دلیل نامقبول ہے اس لئے صرف چند واقعات پر اکتفا جاتا ہے۔

مدافعت: اسلام کی ابتدائی لڑائیوں پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ چند نفوس کو غارت کردینے کے لئے زبردست افواج تیار کی جاتی ہیں، ان کو مٹا دینا اعلیٰ مقصد متصور ہوتا ہے، کسی قسم کی رواداری جائز نہیں رکھی جاتی، صلح وامن کی طرف سے یکسر کان بہرے کرلئے جاتے

ہیں، ایسی صورت میں مدافعت نہ کرنا موت کے منہ جانے کے مترادف اور سخت بزدلی کا موجب تھا۔

جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ خیبر کیا اس بات کا بیّن ثبوت نہیں کہ بقا اور صرف بقا کے لئے مجبوراً اعلان جنگ کرنا پڑا، اسلام کے دشمن اسلام کو جوشیلا مذہب کہتے اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیجا جوش پھیلا کا الزام لگاتے ہیں، ہم اس موقع پر ایک خاص عیسائی عالم کی شہادت پیش کریں گے کہ۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حضور اقدس ﷺ کی نسبت مسٹر پول لکھتے ہیں کہ:

''وہ (یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان بلند ترین معنوں میں جوشیلے تھے جبکہ جوش دنیا کے لئے مثل ''نمک'' ہوجاتا ہے اور جو لوگوں کو سڑنے سے روکنے میں شئے واحد ہے، جوش کبھی تنفرانہ ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ کسی تحریک ناشائستہ سے وابستہ ہوجاتا ہے یا زمین شور پر گرتا ہے اور کوئی ثمر پیدا نہیں کرتا، (یعنی ایسے شخص میں رونما ہوتا ہے جس میں اس کے صحیح استعمال کی قابلیت نہیں ہوتی، اس لئے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسا نہ تھا، وہ جوشیلے تھے جبکہ صرف جوش کی دنیا کو بیدار کرنے کے لئے ضرورت تھی اور ان کا بلند جوش بلند تحریک کے ساتھ وابستہ تھا، وہ ان چند مسرت اندوز ہستیوں میں سے تھے جنھوں نے ایک راستی اعظم کو اپنا چشمۂ حیات بنانے کی مسرت کبریٰ حاصل کی ہے۔''

حقوق انسانی کا تحفظ: اسلام نے حقوق انسانی برقرار رکھنے کی جو سعی لاثانی کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے، سب سے پہلے جس مذہب نے غلامی رفع کرنے کی کوشش کی ہے وہ اسلام اور صرف اسلام ہے، اسلام نے غلاموں کے وہ حقوق قائم کئے جن پر غور کرنے سے ہر منصف مزاج یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ غلامی برائے نام ہی باقی رہ گئی۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ آقا کو چاہئے کہ غلام کے ساتھ نیک سلوک کرے، اس پر کسی طرح کا ظلم نہ کرے، اس سے بیجا مشقت نہ لے، اس کے خورد و نوش اس کے لباس کا خیال رکھے، یہ صرف تعلیم ہی نہ تھی اسلام کا مایہ ناز پہلو اس کا عملی رخ ہے، بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ تلقین فرمایا، اس کا عملی نمونہ بھی دکھایا اور خود اپنے ہی زمانہ میں ہزاروں انسانوں کو اپنی ادا، اپنے طرز، اور اپنی روش کا مقلد بنایا، آپ کا ہر پیرو آپ کے ہر صحابی غلاموں کے ساتھ اسی محبت اسی سلوک سے پیش آتا تھا، جس کی ان کے آقا نے تعلیم فرمائی تھی۔

اللہ اکبر وہ جس کی ہیبت سے شہنشاہ روم وشاہ فارس کے اجسام پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا، جب بیت المقدس شریف گیا تو حالت یہ تھی کہ غلام اونٹ پر سوار تھا اور خود اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے، یہ اسلام کے فاتح اعظم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک تھا غلاموں کے ساتھ، اس قسم کی بہت سی مثالیں تاریخ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں، اسلام کی ترویج واشاعت کی ایک بڑی وجہ ''آزادی غلام'' بھی تھی۔

مستورات کے جملہ حقوق سب سے پہلے اسلام ہی نے متعین فرمائے، لڑکیوں کا قتل اسلام ہی نے روکا، ہر انسان کو اس کا جائز پیدائشی حق اسلام ہی نے دیا، حقوق نسواں پر ایک مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے جسے ہم بخیال تطویل نظرانداز کرتے ہیں۔

عہد و پیمان پر ثبات: عہد و پیمان پر قائم رہنا اسلام کی سب سے بڑی شان ہے، اس زریں اصول کے تحفظ میں اسلام کو اکثر جنگ کرنا پڑی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ تھے، خزاعہ کے حلیف بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور حرم میں ان کا خون بہایا، خزاعہ نے حضور سے مدد مانگی اور یہی فتح مکہ کی اصل وجہ ثابت ہوئی، عہد و پیمان پر ثبات کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جو مسلمان کفار کے پاس سے فرار ہوئے ان کو حضور نے عہدنامہ کی بنا پر واپس فرمادیا۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ اسلام صرف تلوار ہی سے نہیں پھیلا بلکہ اس کی ترویج میں دیگر اسباب کا حصہ بہت غالب ہے، یہاں تک ہم نے صرف واقعات پر ہی اکتفا کیا ہے، اب ہم چند عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں جن سے بخوبی

ظاہر ہوجائے گا کہ اسلام کی اشاعت کا سبب صرف تلوار بتانا محض اعدائے اسلام کا پیروپیگنڈہ ہے۔

۱ نفسیات کا یہ بدیہی مسئلہ ہے کہ انسانی دماغ اس بات کو جو زبردستی تسلیم کرائی جائے ہرگز قبول نہیں کرسکتا اور اس کا اثر بجائے مفید ثابت ہونے کے مضر ہوتا ہے۔

۲ پھر یہ کہ جب ایک قوم کی طرف سے طبیعت میں اشتعال پیدا ہوجاتا ہے تو اس کی کوئی بھی بات صدق دل سے تسلیم نہیں کی جاسکتی ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ پسر و پدر کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر جذبہ انتقام جوش میں نہ آئے اور قاتل کی طرف سے ابدی نفرت دل میں پیدا نہ ہو، قاتل کی ہر بات وہ تنفر آمیز نگاہ سے دیکھے گا، اس کی سیدھی بات الٹی معلوم ہوگی اور وہ تحریک جس کی حمایت میں تلوار اٹھائی گئی ہے اس کو ہر قبح کی جامع نظر آئے گی۔

اگر تلوار صرف اشاعت مذہب ہی کے لئے اٹھائی گئی ہوتی تو ہرگز اسلام کی طرف دل نہ جھکتے بلکہ اس سے اور زیادہ نفرت ہوجاتی، ہمارے بیان کی تصدیق سلطان محمود غزنوی کے واقعات سے ہوتی ہے، سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر متواتر سترہ ۱۷ رحملے کئے لیکن وہ سو دو سو کو بھی مسلمان نہ بنا سکے بلکہ مسلمانوں کی طرف سے اور نفرت ہندوؤں میں پیدا ہوگئی، یہاں تک کہ خواجہ خواجگاں سلطان الہند حضور معین الدین چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک قدم دارالکفر ہند میں آئے، جنھوں نے اپنی اعلیٰ روحانیت وجذبہ حق سے کثیر در کثیر کفار کو حلقہ بگوش اسلام فرمایا۔

۳ اسلامی ترویج واشاعت کی سرعت ہی اس الزام کے دفع کرنے کو کافی ہے، کیا اس قدر قلیل عرصہ میں محض لڑائیوں سے اسلام ایسی عظیم ترقی کرسکتا تھا؟ اس میں شک نہیں کہ اسلامی فتوحات کا اثر ضرور پڑا لیکن اخلاقی اثر تھا جس نے اسلام کی ترویج واشاعت میں اہم رول ادا کیا۔

۴ اسلامی فرمارواؤں نے کبھی سلطنت کے اثر و دباؤ سے کسی کو مسلمان نہیں کیا اگر ایسا ہوتا تو سلطنت کو اتنی مدت اس قدر استقامت وبقا نصیب نہ ہوتی، رعایا پریشان و بددل ہوکر سلطنت سے ترک موالات کردیتی اور چند ہی سال میں سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا، پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ اگر اثر سلطنت ہی ہوتا تو لامحالہ پیروان اسلام میں کثرت ہوتی لیکن ہندوستان واسپین کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ رعایا کثرت کے ساتھ غیر مسلم ہی رہی۔

ہم نے اپنے موضوع کا ایک رخ ثابت کردیا یعنی اسلام نے محض تلوار سے ترقی نہیں کی، اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر اسلام کی اشاعت بزور تلوار نہیں ہوئی تو وہ کیا اسباب تھے جنھوں نے اسلام کو اس سرعت سے شرق وغرب میں پھیلادیا؟ یہ وجوہ مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱ اصل چیز جس سے اسلام کی اس تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی وہ اس کی اعلیٰ روحانیت، کشش صداقت اور جذبہ حقانیت تھا کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ ابتدائی ایام میں نہ اسلام کے پاس دولت تھی نہ حکومت اور نہ کوئی مادی طاقت! بلکہ اس کے برخلاف اسلام قبول کرنا خطرے میں پڑنے اور خود اپنے ہاتھوں موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن یہ وہ مئے تھی کہ اس کا نشہ جس کو چڑھا پھر نہ اترا، تکلیفیں اٹھاتے ہیں، مصیبتیں جھیلتے ہیں، اذیتیں برداشت کرتے ہیں لیکن زبان پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی جاری رہتا ہے۔

کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صعوبتوں کی نظیر کوئی مذہب پیش کرتا ہے؟ کیا حضرت زیاد وسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی جانیں جنگ احد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کرکے ''شمع و پروانہ'' کی تشبیہ کو حقیقت سے نہ بدل دیا؟ یہی ہے وہ ثبات واستقامت، ایثار ومحبت جو اسلام کے مذہب حق ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم وہ مکمل تعلیم تھی جس نے اپنے پیروکاروں کو اخلاق حسنہ اور خصائل محمودہ کا نمونہ بنادیا تھا، ان کی پبلک و پرائیویٹ زندگی بالکل یکساں تھی، بنی نوع کی ہمدردی سے ان کے قلوب لبریز تھے، آپس کی محبت ضرب المثل تھی اگر **الصحبة مؤثرة** کا قضیہ صحیح ہے تو ان کے اخلاق وکردار، ان کے عادات واطوار کا اثر غیر مذہبوں پر پڑنا ایک لازمی امر تھا، جس نے غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ بنادیا۔

فکر و نظر

۳ اسلام نے رعایا سے وہ مراعات برتی اور غیر مسلموں سے وہ رواداری رکھی جس کی مثال ملنی مشکل ہے، اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے ذمیوں کے حقوق قائم فرمائے: أموالھم کأموالنا ودماءھم کدمائنا'' کا اصول مساوات و وحدت قائم کر کے ''کافر ذمی'' کا مال و جان بھی مثل مال و جان مسلم محفوظ کر دیا، یعنی کافروں کے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کے مال و جان کی طرح کرنے کا حکم دیا۔

یہ اسلام کے زرّین اصول تھے جن پر دنیا فریفتہ ہوگئی، کفار نے جب اسلام کو اس قدر مہربان پایا فطری طور پر ان کے قلوب اسلام کی طرف مائل ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے اس واقعہ سے اس بات کی تصدیق ہوجائے گی کہ جب رومیوں نے بڑی فوج و لشکر لے کر اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا عزم کیا حتی کہ انطاکیہ میں اس قدر فوجیں جمع ہوئیں کہ انطاکیہ کے چاروں جانب جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا سیلاب نظر آتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو رائے اس بات پر قائم ہوئی کہ حمص چھوڑ کر (جہاں امیر لشکر پڑے ہوئے تھے) دمشق روانہ ہوں، وہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں اور عرب کی سرحد موجود ہے، یہ ارادہ مصمم ہو چکا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افسر خزانہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ:

''عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے وہ اس معاضہ میں ہے کہ ہم ان کو ان کے دشمنوں سے بچا سکیں لیکن اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے، اس لئے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس کر دو اور ان سے کہہ دو کہ ہمارا تم سے جو تعلق تھا وہ اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے، اس لئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تم کو واپس کیا جاتا ہے۔''

چنانچہ کئی لاکھ رقم جو وصول ہوئی تھی سب واپس کر دی گئی، عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا پھر واپس لائے، یہودیوں پر اس سے بھی زائد اثر ہوا کہ انھوں نے کہا: توریت کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کر سکتا یہ کہہ شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے اور ہر چوکی پر پہر بٹھا دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف حمص والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا بلکہ جس قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی رقم جس قدر وصول ہوئی ہے واپس کر دی جائے۔

۴ عہد و پیمان پر ثبات جو اسلامی تعلیم کا جز و خاص ہے حتیٰ کہ حربی کفار سے بھی بدعہدی جائز نہیں جس کی مثال ہم گزشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں اس کا اثر بھی کچھ کم نہ تھا۔

۵ کمزوروں کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری، اعلیٰ انتظام، منصفانہ و مساویانہ برتاؤ ایسی باتیں ہیں کہ جن سے ایک طرف تو سلطنت کو استحکام ہوتا ہے اور دوسری طرف حکومت و مذہب کی وقعت بڑھ جاتی ہے جس کا اخلاقی اثر غیر مسلموں پر بے انتہا ہوا۔

۶ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام محمود غزنوی اور محمد غوری کی تلواروں نے پھیلایا لیکن یہ خیال نہ صرف کج فہمی ہے بلکہ اسلام سے بغض و حسد اور تعصب عناد کا نتیجہ بھی ہے، ہندوستان میں اسلام کا اثر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں ہی آ گیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو عرب ہند سے تجارت بھی شروع ہو گئی تھی جس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

عرب تجار نے آہستہ آہستہ اپنا مذہب پھیلانا شروع کیا اور اسلام کی ذاتی کشش و روحانیت کی وجہ سے ان کو کامیابی ملی، چنانچہ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان آنے سے پہلے بھی اکثر مقامات پر مسجدیں پائی جاتی تھیں لیکن ہندوستان میں اسلام کی اصل ترویج دینے والا اصوفی پروپیگنڈہ ہے جس کا سہرا سلطان الہند خواجۂ خواجگاں حضور خواجہ معین الدین چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو جاتا ہے، آپ اور آپ کے خلفا نے ہندوستان کے چپہ چپہ میں گشت لگا کر ہندوستان کے جملہ قسم کے باشندوں کو اپنی اعلیٰ روحانیت سے متأثر و گرویدہ بنایا، جس کی وجہ سے یہاں اسلام نے نمایاں ترقی کی۔ ■■■

فکر و نظر

ص ۳۸ کا بقیہ ....

ہی ہم دیکھ رہے ہیں مگر ۲۰۱۹ء کے چناؤ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسئلۂ روہنگیا کو ایک انسانی مسئلہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے حتی المقدور ان کی مدد کی جانی چاہئے اور ہم مسلمانوں کو متحد ہو کر پورے ہندوستان میں ہر اس پارٹی کو ووٹ دینے کی کوشش کرنی چاہئے، جس کا بی جے پی سے کسی طرح کا مستقبل میں ملنا اتحاد کا امکان نہ ہو، کیونکہ سیکولر کہلانے والی پارٹی اگر بی جے پی سے تال میل کرتی ہے تو وہ بھی بالواسطہ بی جے پی کے ہندو راشٹر کے سپنوں کی تعبیر اور تعمیر میں معاون ہوگی، پھر آپ ہاتھ دھرے بیٹھے رہ جائیے گا اور نتیجہ میں روہنگیا خود آپ کے ساتھ ہوگا، فیس بک اور واٹس ایپ پر ظلم و زیادتی کی تصویر اس سے بھی بھیانک ہوگی اور وہ آپ کے سگے گھر والوں کی ہوگی، یقینی طور ہر مسلمان کا درد اپنا درد ہے مگر اس کا سودمند اظہار حکمت عملی اور تدبیر و تدبر کی زبان سے کیا جائے تو نتیجہ ضرور بہتر نکلے گا۔ ؎

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے شکوۂ قسمت کیسا

ضرب مرداں سے اگل دیتا ہے پتھر پانی

آئیے مثبت انداز میں اپنی بات رکھ کر ایک نتیجہ نکال کر ابھی سے اس راہ میں لگ جائیں تا کہ بکھرے ہوئے ذروں کو خورشید مبین بنایا جائے۔

■■■

ص ۴۳ کا بقیہ ....

یہ ثابت کر دیں، یوپی کی تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ یوگی سرکار کے فرمان کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے مدرسوں میں ترنگا لہرایا، یہ الگ بات ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک ناگپور میں کبھی ترنگا نہیں پھہرا گیا، بلکہ بعض جگہوں پر تو یوم آزادی کو کالے جھنڈے کے ساتھ ''بلیک ڈے'' کے طور منایا گیا، مودی حکومت نے مسلم عورتوں کے حق کے لئے ملک کے لاکھوں نوجوانوں کے روزگار، کسانوں کی خودکشی اور عورتوں کی آبروریزی کے سنجیدہ معاملات کو بالائے طاق رکھ دیا، یہ سب بس چند ٹکڑوں کے لئے ہوا۔

یہ خالص ملک، اس کی حفاظت، اس کے وقار اور داخلی پالیسی کا مسئلہ ہے، لیکن وطن پرستی کی یہ خاموشی واقعی حیران کرنے والی ہے، جس طرح سے محض افواہ میں بے گناہوں کا قتل کر کے ملک کی حفاظت کا دعویٰ کرنے والی دہشت پسند بھیڑ نے ملک کے وقار کے تئیں اپنے خون کی قربانی دینے کے دعوے کئے ہیں، کیا وہ لوگ اب اس میڈیا اور اس خبر کے نشر کرنے والوں کے ذمہ داروں سے اس سے متعلق سوال کریں گے؟ حکومت خاموش ہے، قانون چپ ہے، وفاداری کے سارے دعوے دار مہر بلب ہیں، کھلے عام ملک کے وقار کی توہین کی گئی، ذمہ دار کون ہے، محاسب کون ہے اور حساب کون دے گا؟

■■■

ص ۷ کا بقیہ ....

ساتھ محبت کی یہ وارفتگی مجھے اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے، وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ یہ والہانہ محبت کچھ میرے ہی ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ سنیت اور عشق و ایمان کی علامت بن کر میرے پورے خانوادے میں اس طرح گھس گئے ہیں کہ میرے یہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ گھر کی سیدانیوں تک میں ان کا چرچا نہ ہوتا ہو۔ [اہل سنت کی آواز ص ۵۶]

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت کے مرشد برحق حضور سید آل رسول اور حضور سید ابوالحسین نوری علیہما الرحمۃ والرضوان کے زمانے ہی سے آپ کے عشق رسول اور تجدیدی کارناموں کی بنیاد پر سادات کرام مارہرہ مطہرہ کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت رچ بس گئی تھی، جس کا سلسلہ نسلاً بعد نسل آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا، یہی وجہ ہے کہ اپنے وقت کے عظیم المرتبت، پیر طریقت، جلیل القدر عالم ربانی، سید شاہ آل مصطفےٰ میاں سید العلما قدس سرہ نے سب سے پہلے مسلک احمد رضا کا نعرہ لگایا، چنانچہ فرماتے ہیں: ؎

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یہ شعر حضور احسن العلما قدس سرہ نے اپنی خاص نشست میں پڑھا تھا، اس نشست میں حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب قادری مدظلہ العالی متھرا بھی شریک تھے جو بہترین شاعر بھی ہیں، انھوں نے سید العلما قدس سرہ کے اس شعر سے متاثر ہو کر فارسی زبان میں مندرج دو شعر کہے۔ (جاری)

از: مفتی رضوان احمد قریشی*

مسلک اعلیٰ حضرت پر ایک تحقیقی اور سنجیدہ تحریر

دوسری قسط

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

دین الٰہی کے چند اہم نظریات:

(۱) آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت پر صراحۃً اعتراض کیا جانے لگا۔

(۲) نبوت، مسئلہ کلام، دیدار الٰہی، انسان کا مکلف ہونا، عالم کی تکوین اور حشر ونشر کے متعلق تمسخرانہ انداز میں شکوک وشبہات پیدا کیے جانے لگے۔

(۳) قرآن کے کلام خداوندی ہونے کا انکار کیا جاتا تھا۔

(۴) دیوان خانے میں اعلانیہ نماز ادا کرنے کی مجال کسی کو نہ تھی۔

(۵) آفتاب کی عبادت روز چار مرتبہ کی جاتی تھی۔

(۶) قشقہ کھینچنے کا رواج تھا۔

(۷) اسلام کی مخالفت کے طور پہ سور اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ قرار دیا گیا۔

(۸) گائے کی قربانی پہ پابندی لگا دی گئی۔

(۹) شراب اور جوا عام ہو گیا۔

(۱۰) داڑھیاں منڈوانے کا حکم جاری کیا گیا۔

(۱۱) صحابۂ کرام کی توہین وتضحیک کی جانے لگی۔

(۱۲) عربی پڑھنا اور جاننا عیب قرار دیا جاتا، فقہ، تفسیر وحدیث کے پڑھنے والے مردود ومطعون ٹھہرائے جانے لگے۔

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شعائر اسلام کے تحفظ کی خاطر بادشاہ وقت کے خلاف بڑے جرأت مندانہ انداز میں علم جہاد بلند کیا۔

پروفیسر مسعود احمد مظہری عہد اکبری کا نقشہ کھینچتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"عہد اکبری میں مسلمان غیر اسلامی رنگ میں اس قدر رنگ گئے تھے کہ کفر واسلام میں امتیاز مشکل ہو گیا تھا، مسلمانوں میں سیکڑوں مشرکانہ رسمیں رائج ہو گئی تھیں، جن کا اثر عہد جہانگیری تک تھا، حضرت مجدد الف ثانی نے بھرپور اخلاص کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کی، اس ماحول میں آواز حق بلند کرنا اپنے سر کو تلوار پر رکھنے کے مترادف تھا، حضرت مجدد نے پوری اسلامی حمیت اور غیرت کے ساتھ بڑے جرأت مندانہ انداز میں اعلاء کلمۃ الحق کیا۔"

بادشاہ جہانگیر نے دین الٰہی پہ مکمل کر عمل تو نہیں کیا لیکن اس نے بھی اپنے والد کی پالیسیوں پہ عمل کیا اور شریعت کو بالائے طاق رکھا، پروفیسر مسعود احمد عہد جہانگیری سے متعلق فرماتے ہیں:

"مکتوب امام ربانی مجدد الف ثانی کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر کے تخت نشین ہوتے ہی آپ نے اصلاح وتبلیغ کا کام تیز کر دیا تھا، مجدد الف ثانی نے مختلف امرا کے نام خطوط ارسال فرمائے کہ وہ بادشاہ کو اتباع سنت وشریعت کی طرف راغب کریں۔"

حضرت مجدد الف ثانی نے اصلاح وتربیت کے لیے سب سے زیادہ اپنی توجہ بادشاہ جہانگیر پہ مرکوز رکھی اور یہ آپ ہی کا فیضان تھا کہ بہت جلد بادشاہ مذہب اسلام کا متبع وفرمانبردار بن گیا اور "دین الٰہی" کا فتنہ بہت جلد دفن کر دیا گیا، اس طرح مجدد الف ثانی نے دین اسلام کا چہرہ مسخ ہونے سے بچا لیا۔ [امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت کی علمی وادبی خدمات ص ۱۶۴/۱۶۵/۱۶۶]

حضور مجدد الف ثانی کے زمانے میں بہت سے جلیل القدر علمائے اسلام موجود تھے، سب نے اپنے اپنے انداز میں "دین الٰہی" کے زور کو دبانے کی کوشش کی، چنانچہ شیخ عبد الحق محقق دہلوی علیہ الرحمہ نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور قرآن وسنت کا درس

* مضمون نگار ... کے مفتی اور استاذ ہیں۔

دینے میں مشغول ہوئے، عقائد اہل سنت کا تحفظ فرمایا، مگر جس بہادری اور بے باکی کا مظاہرہ حضور مجدد الف ثانی نے کیا، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

چنانچہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں بھی ''دین الٰہی'' کی علی الاعلان مخالفت کی اور اس کے بیٹے جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد بھی بدعات و منکرات کی مخالفت کرتے رہے، چنانچہ جہانگیر کے درباریوں نے حضور مجدد الف ثانی کے خلاف بادشاہ وقت کا کان بھرنا شروع کیا تو بادشاہ نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا تو آپ نے مسنون طریقہ پر سلام کیا، جہانگیر نے آداب شاہانہ اور سجدۂ تعظیم کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ گمراہی ہے کہ انسان کسی انسان کو سجدہ کرے، میرا سر بارگاہ صمد کے سوا کسی کے آگے نہیں جھک سکتا، جہانگیر کو طیش آیا اور حضور مجدد الف ثانی کو قید کرنے کا حکم دیا تو گوالیار کے قلعے میں آپ کو قید کر دیا گیا لیکن جیل میں بھی رشد و ہدایت اور دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں فاسق و فاجر سنت کے متبع ہو گئے اور ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہو گئے۔ قید و بند کے دوران جہانگیر کی بیٹی کو خواب میں سرکار دو جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے اس کی بیٹی سے فرمایا کہ ہم تمہارے باپ سے ناراض ہیں اس لیے کہ اس نے ہمارے ایک مقرب نور نظر شیخ احمد سرہندی کو قید کر رکھا ہے، جہانگیر نے جب خواب سنا تو بہت متاثر ہوا اور حضرت مجدد الف ثانی سے اپنی کوتاہیوں اور نافرمانیوں کی معافی چاہی اور رہائی کا حکم دیا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ میں اس وقت تک جیل سے باہر نہ نکلوں گا جب تک میری یہ شرائط منظور نہ کی جائیں (۱) تمام مسمار شدہ مساجد کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ (۲) کفار سے شریعت محمدیہ کے مطابق جزیہ لیا جائے۔ (۳) مسلمانوں سے گائے کے ذبح کرنے کی پابندی ہٹائی جائے۔ (۴) دربار میں سجدۂ تعظیمی بند کیا جائے، حضرت کی پیش کردہ تمام شرائط منظور کر لی گئیں اور آپ جیل سے باہر تشریف لائے۔

حضور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف ''دین الٰہی'' کی مخالفت نہیں کی بلکہ رافضیوں کے خلاف بھی قلمی جہاد کرتے ہوئے رسالہ ''رد الرفضہ'' تصنیف فرمایا، اس طرح آپ کے جہادی اور تجدیدی کارنامے کا یہ اثر ہوا کہ ''دین الٰہی'' کا فتنہ دفن ہو گیا، آج اس دین الٰہی کا پیروکار کوئی نظر نہیں آتا۔

آپ نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ بھی تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا جس پر آپ کے مکتوبات کی جلدیں شاہد عدل ہیں، یہ وہ اصلاحی اور تبلیغی کارنامے ہیں جن کی بنیاد پر آپ کی ذات اس دور کے لیے حق و صداقت کی علامت بن گئی، چنانچہ آپ کے بہت بعد جب بدمذہبوں نے آپ کی تعلیمات کو کاٹ چھانٹ کر اپنے غلط اغراض و مقاصد کے لیے ''تعلیمات مجددیہ'' نام کی کتاب مرتب کر کے شائع کرایا تو اس کے ابطال کے لیے حضرت (صاحبزادہ میاں) جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مغربی پاکستان نے حضور مجدد کے مکتوبات کی روشنی میں ''ارشادات مجدد'' کے نام کی کتاب مرتب کی، پھر اس کی تلخیص ''مسلک مجدد'' کے نام سے مرتب کی جس کو ''انجمن حزب الرسول و دار المبلغین'' نے شائع کیا اور دوبارہ یہ کتاب استنبول ترکی سے عالی جناب حسین حلمی بن سعید استانبولی کے زیر اہتمام شائع ہوئی، جس پر لاہور کے مختلف ماہناموں اور رسالوں نے داد و تحسین سے نوازا۔

یہاں بھی مسلک کو حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرف منسوب کیا تو نام بدل گیا مگر مسمّی کی حقیقت نہیں بدلی، بلکہ مسلک سے وہی عقائد مراد ہیں جو ما انا علیہ و اصحابی کے مصداق ہیں۔

یوں ہی جب ہندوستان میں عیسائیت نے اپنے مشن کی تبلیغ کے لیے اسلام کو نشانہ بنایا، رافضیوں نے اپنے مذہب کی نشر و اشاعت میں سرگرمی دکھائی، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی، نیچری، قادیانی وغیرہ باطل فرقے پیدا ہوئے تو اس وقت کے علمائے اہل سنت نے اپنے اپنے انداز میں باطل دین اور باطل فرقوں کا رد کیا، کسی نے رافضی کا رد کیا تو کسی نے وہابی اور دیوبندی کا اور کسی نے قادیانی اور چکڑالوی کا تو کسی نے نیچری کا۔

چنانچہ انیسویں صدی نصف آخر میں جب جرمن نژاد پادری سی۔ جی فنڈر نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ہندوستان آ کر اپنی کتاب ''میزان الحق'' کا اردو ترجمہ شائع کرایا، جس میں اسلامی

مقدسات کی توہین وتحقیر تھی، توسب سے پہلے اس کا جواب مولانا آل حسن موہانی نے ''استفسار'' کے عنوان سے دیااور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے عیسائیت بالخصوص ہندوستان مشنیریز کی تصنیفات کے ردوابطال میں متعدد رسالے اور کتابیں لکھیں اور مناظرہ بھی کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح ونصرت سے نوازااور جب روافض نے اپنے مذہب کی نشرواشاعت میں سرگرمی دکھائی تو جلیل القدر محدث عالم ربانی حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحفۂ اثنا عشریہ اور سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل تصنیف فرما کر بھر پور رد فرمایا۔

انیسویں ہی صدی میں جب وہابیت باطل فرقہ پیدا ہوا تو اس وقت کے علمائے اہل سنت نے اپنے اپنے انداز میں اس باطل فرقے کا بھر پور رد فرمایا، چنانچہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کے رد میں تحقیق الفتاویٰ فی ابطال الطغویٰ اور امتناع النظیر تصنیف فرما کر رد فرمایا، حضرت شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی نے معید الایمان لکھ کر رد فرمایا، حضرت مولانا منور الدین نے متعدد کتابیں تحریر فرمائیں، حضرت مولانا شاہ فضل رسول قدس سرہ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالمجید علیہ الرحمۃ والرضوان نے رافضیوں اور وہابیوں کے رد میں ایک ایک رسالہ تصنیف فرمایا، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ نے وہابیت کے رد میں بوارق محمدیہ، سیف الجبار و احقاق الحق وابطال الباطل وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں، حضرت مولانا عبدالرحمن فاروقی سلہٹی قدس سرہ نے سیف الابرار لکھی، ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ نے نجم لرجم الشیطان دس جلدوں میں لکھی، حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہ نے وہابیت کی تردید اور مذہب اہل سنت کی تائید میں پانچ کتابیں تحریر فرمائیں، ان کے علاوہ بہت سے علمائے اہل سنت نے وہابیت کے رد میں رسالے اور کتابیں تحریر فرمائیں، مذکورہ بالا علمائے اسلام کے زمانے میں وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور خود وہابیت بھی تنہا تھی، اس کا ساتھ دینے والا کوئی دوسرا نیا مذہب نہیں تھا، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، چکڑالویت، ندویت، صلح کلیت وغیرہ میں سے کوئی مذہب نہ تھا، اس لیے مذکورہ علما نے تنہا وہابیت کا مقابلہ کر کے اس کو پسپا کیا اور اپنے فرائض منصبی کو پورا کر کے سبکدوش ہوئے، ایسی صورت میں مذکورہ علما میں سے کسی ایک کی طرف مسلک کو منسوب کیا جاتا تو تمام باطل فرقوں سے امتیاز نہ ہو پاتا، صرف اس مذہب سے امتیاز ہوتا جس کا انھوں نے رد کیا، مثلاً حضرت شاہ محدث دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا تو رافضیوں سے امتیاز ہو جاتا اور کسی باطل مذہب سے امتیاز نہ ہوتا، مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی طرف منسوب کیا جاتا تو عیسائیت سے امتیاز ہوتا اور باطل مذاہب سے امتیاز نہ ہوتا، یوں ہی اگر علامہ شاہ فضل حق یا علامہ شاہ فضل رسول بدایونی علیہما الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب کیا جاتا تو وہابیت سے تو امتیاز ہوتا باقی باطل فرقوں سے امتیاز نہ ہو پاتا، حقیقت یہ ہے کہ سلطان العلماء المتبحرین، کنز الہدایت والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے علاوہ کوئی ایسی ذات نہیں جس کی طرف مسلک کی نسبت کرنے سے تمام بدمذہبوں سے امتیاز ہو جائے، وہ صرف سیدنا اعلیٰ حضرت کی ذات ہے جنھوں نے اپنے دور سے پہلے کے جتنے باطل مذاہب وادیان تھے اور آپ کے دور میں جتنے باطل مذاہب وادیان تھے سب کا ہر پہلو سے بھر پور رد فرمایا، آپ نے ہندوؤں کے رد میں کئی کتابیں تحریر فرمائیں، انھیں کتابوں میں النفس الفکر فی قربان البقر ہے، جب آریہ سماج نے اسلامی تعلیمات کے خلاف اعتراض کرنا شروع کیا تو آپ نے آریہ سماج کا بھر پور رد فرماتے ہوئے دو کتابیں تصنیف فرمائیں، جب انگریزوں نے لاکھوں روپئے خرچ کر کے لوگوں کو نصرانی اور عیسائی بنانے کی کوشش کی تو آپ نے ان کے رد میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

یہ تینوں فرقے غیر مسلم ہیں جو مسلمان نہیں ہیں اور نہ ہی اپنے کو مسلمان کہلانا پسند کرتے ہیں، ان کے علاوہ وہ فرقے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اس کے باوجود اسلام کی جڑ کاٹنے میں لگے ہوئے ہیں، سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان کے اوپر خاص توجہ فرمائی، انھیں باطل فرقوں میں ایک فرقہ نیچری ہے، اس فرقہ نے برطانیہ

سلطنت کی خطرناک سازش کو بھر پور قوت پہنچانے کے لیے مسلمانوں کے دین و ایمان لوٹنے اور اسلامی نشانات مٹانے کی کوشش کی تو آپ نے ان کے رد میں سات کتابیں تحریر فرما کر انگریزوں کی خطرناک سازش کو کچل کر رکھ دیا۔

جب انگریزوں کے خیر خواہ وہابیہ نے یہ اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم وغیرہ انبیائے کرام علیہم السلام کے مثل زمین کے باقی طبقوں میں اور بھی محمد، آدم، ابراہیم وغیرہ نبی ہیں تو اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں **تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال** اور ”جوابہائے ترکی بہ ترکی“ ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے راہی ملک عدم ہو گیا، جب انگریزوں کی شہ پا کر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے کو امام مہدی اور مسیح ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیائے عظام کی مقدس شانوں میں گالیاں دینی شروع کی تو اعلیٰ حضرت نے اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک ماہنامہ بنام **قہر الدیان علی المرتد بقادیان** جاری کیا، جب انگریزوں کے دلی خیر خواہ وہابی دیوبندی عالموں نے ختم نبوت کا انکار کیا اور اللہ سبوح و قدوس کے جھوٹ بولنے کو درست بتایا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کو کنہیا کا جنم دن قرار دیا، سرکار دوعالم مدینۃ العلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کی طرح ٹھہرایا اور غیر مقلدین وہابیوں نے امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید و اتباع کو شرک و کفر کہا تو اعلیٰ حضرت نے ان وہابیہ وغیر مقلدین کے رد میں دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔

جب فرقہ تفضیلیہ کے لوگ اکٹھا ہو کر بریلی آئے اور مناظرہ چھیڑا تو اعلیٰ حضرت کے سوالات قاہرہ کی پہلی قسط دیکھتے ہی بریلی سے بھاگ کھڑے ہوئے، جس کا مفصل بیان ”فتح خیبر و تزک مرتضوی“ میں چھپا، روافض و نواصب کے فتنوں نے سر اٹھایا تو اعلیٰ حضرت نے سرکوبی کرتے ہوئے ان کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں، مسلمانوں میں افتراق و انتشار کے لیے پرانے شکاریوں نے اپنے خیر خواہوں مولوی محمد علی کانپوری مونگیری، مولوی شبلی اعظمی وغیرہ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک نیا جال بنوایا جس کا نام ”ندوۃ العلما“ ہے، اس جال میں عام سنی تو عام سنی ان کے علما بھی بری طرح پھنس گئے، اعلیٰ حضرت کی حق بیں نگاہوں نے روز اول ہی دیکھ لیا تھا کہ ندوہ بے دینوں، بدمذہبوں اور نیچریوں کا معجون مرکب ہے، اس لیے آپ حمایت دین کے لیے کھڑے ہو گئے اور برطانوی وفاداروں کے اس خوشنما جال کا ایک ایک تاگا ادھیڑ کر رکھ دیا، ندوہ کی گمراہیوں اور بدعتوں کو اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اس طرح بے نقاب کیا کہ مشاہیر علمائے اہل سنت توفیق خداوندی سے ندوہ سے بیزار ہو کر الگ ہو گئے، اعلیٰ حضرت نے ندوہ کے رد میں سترہ کتابیں تصنیف فرمائیں، جب ملحد فاسق اور نام نہاد صوفی جھوٹی شریعت کی آڑ لے کر شریعت محمدیہ پر حملے کرنے لگے اور بناوٹی صوفیوں کے چودھری مسٹر جٹا دھاری نے دینی کتاب ”مرشد کو سجدۂ تعظیم“ میں اعلان کر دیا کہ اپنے پیر کو سجدہ جائز ہے تو اعلیٰ حضرت نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ ملحد صوفیوں کا قلعہ قمع فرمایا۔

سائنس دانوں کا بیان ہے کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور آسمان کوئی چیز نہیں، سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کی اور یورپ کے فلاسفہ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی تصنیف **فوز مبین در رد حرکت زمین، نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان** میں سائنس دانوں ہی کے خود ساختہ اصول سے کیلر، نیوٹن اور ڈارون کے خیالات فاسدہ کی دھجیاں اڑا دیں، انھیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے ان کے نظریے کو باطل قرار دیا اور مسلمانوں کے اطمینان کے لیے آیات و احادیث سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے اور زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں اور چاند، سورج وغیرہ تارے آسمان میں تیر رہے ہیں اور ہمہ وقت ان کی حرکت جاری ہے۔

اخیر زمانہ یعنی ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ میں علی برادران اور ان کے ہمنواؤں نے نہایت زور و شور سے تحریک خلافت کے نام پر ایک ایسا خوفناک فتنہ کھڑا کیا جس نے جملہ بدمذہبوں، منافقوں، مرتدوں اور کھلے کافروں سب کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور حق و باطل،

اسلام وکفر کا سارا امتیاز مٹا دینا چاہا، نام نہاد خلافت کے نشہ میں اس قدر مخمور تھے کہ مشرکانہ افعال انجام دینے اور کفری اقوال بولنے میں حدود شرعی کو پار کر چکے تھے تو اس وقت صرف اعلیٰ حضرت کی ایک ذات گرامی تھی جس نے ان فتنوں کا جم کر مقابلہ کیا، ان کے ردوطرد میں اشتہارات پر اشتہارات شائع فرمائے، ان کی خلاف شرع باتوں کو منظر عام پر لاکر مسلمانوں کو اس ہولناک فتنہ سے بچایا، یہاں تک کہ آخر میں رسالہ مبارکہ المحجة المؤتمنة فی الآیة الممتحنة شائع فرما کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا، جس کے نتیجہ میں بہت سے علمائے کرام تحریک خلافت سے بیزار ہوکر علیٰحدہ ہو گئے۔

الغرض جہاں بھی کسی بد مذہب، بددین نے سر اٹھایا وہیں اعلیٰ حضرت نے اس پُر غرور سر کو کچل کر رکھ دیا، اس کے رد میں کتابیں تحریر فرمائیں اور مطبع اہل سنت محلہ سوداگران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر، مشائخ، علما اور رؤسا کے پاس ٹکٹ چسپاں کر کے روانہ کیا، چنانچہ رد ہنود میں میں ایک، رد آریہ میں دو، رد نصاریٰ میں تین، رد نیچریہ میں سات، رد ندوہ میں سترہ، رد قادیانہ میں چھ، رد اسماعیل دہلوی میں دس، رد نانوتوی میں گیارہ، رد گنگوہی میں پچیس، رد تھانوی میں نو، رد نذیر حسین میں چھ، رد غیر مقلدین میں چھبیس، رد وہابیہ میں چھہتر، رد روافض میں چار، رد نواصب میں گیارہ، رد مفسقہ میں سات، رد تفضیلیہ میں سات اور رد متصوفہ باطلہ میں دو۔

الغرض آپ کے زمانے میں دنیا میں مشرکین و کفار، مرتدین اشرار، گمراہان فجار کا کوئی ایک بھی ایسا مشہور فرقہ نہیں تھا جس کے رد میں اعلیٰ حضرت کی متعدد تصنیفات نہ ہوں، دہرے، فلاسفہ، آریہ سماجی، یہود، نصاریٰ، ہنود، مجوس، قادیانی، نیچری، وہابی، دیوبندی، ندوی، رافضی، خارجی، تفضیلی اور صلح کلی وغیرہ بے دینوں، بد مذہبوں کی جتنی فتنہ انگیز پارٹیاں ہیں ان سب کے خود ساختہ اصول اور باطل اعتقادات کو خود انھیں کے مسلمات انھیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے اس طرح توڑ پھوڑ کر ان کے دھوئیں اڑا دیئے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد ان کا کوئی ایک ذرہ سلامت نہیں ملتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز اپنے انھیں تجدیدی کارناموں کی وجہ سے علما، صوفیا، مشائخ اور عام مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا مرکز بن گئے، مسلمانوں نے اپنا دین و ایمان بچانے کے لیے اعلیٰ حضرت کی ہدایات، تحریرات اور تصنیفات کو حرز جان اور پناہ ایمان بنا لیا۔

اس طرح آپ کی ذات گرامی اور اس کی طرف نسبت حق و صداقت کی علامت اور پہچان بن گئی اور چونکہ بدمذہب بھی اپنے کو اہل سنت و جماعت، حنفی، قادری، نقشبندی، چشتی اور سہروردی کہتے تھے، جس کی وجہ سے حق و باطل میں امتیاز نہیں ہو پاتا تھا، اس لیے حق و باطل کی آمیزش سے بچنے کے لیے اساطین ملت، مستند اور مقتدر علما و مشائخ نے اپنے اسلاف کی اقتدا کرتے ہوئے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا نام منتخب فرمایا، تاکہ تمام باطل فرقوں سے امتیاز ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ بتایا جاسکے کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہی حقیقت میں ''مذہب اہل سنت و جماعت'' ہے اور جتنے اہل باطل ہیں وہ اہل سنت و جماعت نہیں ہیں، اس لیے کہ تمام اہل باطل کے معتقدات و نظریات، اہل سنت و جماعت کے معتقدات و نظریات کے خلاف ہیں۔

اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیر خانہ چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے بارے میں وہاں کے بزرگوں کا کیا خیال ہے؟

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے بزرگان دین کو سیدنا اعلیٰ حضرت سے والہانہ محبت تھی اور ہے، آپ کی جلالت علمی کے سب معترف تھے، ان کے مرشدان کرام نے ان کو ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کہا اور اپنے وقت کے مرشد اعظم زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان سیدنا اعلیٰ حضرت کو ''رضائے آل رسول'' فرمایا کرتے۔

اور بقول علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ:

''حضور احسن العلما قدس سرہ کو پیرزادہ ہونے کے باوجود انھیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند سے غایت درجہ عشق تھا، اعلیٰ حضرت کو جب وہ ''میرے اعلیٰ حضرت'' کہتے

نقد و نظر

تھے تو ایسا لگتا تھا کہ سینہ شق ہو گیا اور اعلیٰ حضرت ان کے دل میں سما گئے، وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے بقیہ ص ۱۳۱ پر

ص ۷ کا بقیہ..........

ضابطہ کے حساب سے گورنمنٹ ایک گئوشالہ کو گئوسوا کے لئے سال میں ۲۰ لاکھ روپئے دیتی ہے، جنھیں بی جے پی کے وحشی لیڈر نے خود ہی ڈکار لئے اور گائیوں کو دی بھوک پیاس سے ٹرپا ٹرپا دینے والی موت!

آئیے ہم آپ کو گائے کے نام پر خونی کھیل کھیلنے والے ان آتنک وادیوں کا ایک اور بھیانک چہرہ دکھاتے ہیں، جسے ہندوستان کے ایک بڑے نیوز چینل ''آج تک'' نے ۱۰ مئی ۲۰۱۷ء کو اسٹنگ آپریشن کے ذریعہ دنیا کے سامنے رکھا ہے، آج تک نے کہا کہ گائے کے نام پر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے یہ گئو رکشک خود گائے ماں کا درجہ نہیں دیتے، ان کے دلوں میں گائے کے لئے کوئی ''شردھا'' نہیں، ان کے لئے گائے ''ماتا'' نہیں ایک دھندا ہے، گئو رکشا کی آڑ میں یہ گئو مانس کا کاروبار چلاتے ہیں، گائے کے لئے ان کی غنڈہ گردی محض روپئے اینٹھنے کا ایک حربہ ہے، پیسہ پھینکئے اور پھر ان کی گئو بھگتی کا تماشہ دیکھئے۔

جب آج تک کی ٹیم بھیونڈی کے اگاؤں پہنچی تو یہاں اس کی ملاقات ''شری گوپال گئوشالہ'' کے شن رکشک ''واسودیو پاٹل'' سے ہوئی جو گئو رکشا کے نام پر ایک سنگٹھن بھی چلاتا ہے، آج تک کی ٹیم واسودیو پاٹل سے مانس کاروباری بن کر بات کرتی ہے کہ اسے گجرات سے بیف لانا ہے، فروزن میں مال رہے گا، اب دل تھام کر اس بیف کے دلال کا جواب سنئے: توڑ کرانے والے ہیں؟ رپورٹر نے کہا ہاں توڑ کر، اوپر سے برابر کور کرکے، گئو رکشک: ہو جائے گا، ادھر دیکھ لوں گا میں، آپ آؤ گے تو صرف مجھے کال کر دینا، میں ادھر آکر کھڑا رہوں گا، رپورٹر کہتا ہے: گجرات سے بھیونڈی کراس کر کے گاڑی آئے گی، میں پرابلم تو آپ کے ادھر کا تھا، گئو رکشک واسودیو کہتا ہے: ادھر سے میں کراس دوں گا، ہر ٹائم راستہ چینج، ایک ہی راستہ رکھنے کا نہیں، کبھی بھی، اس رپورٹر نے خدشہ ظاہر کیا: مطلب دوسرا وہ بجرنگ دل والا بھی تنگ کرتا ہے؟ واسودیو کہتا ہے: میں رہوں گا تو بجرنگ دل والا نہیں آئے گا، کوئی نہیں آئے گا، اِدھر ملیں گے، بیٹھیں گے، نکل جائیں گے، ناسک ہائیوے تک پہنچ گئے، پرابلم سالو، ادھر ہائیوے تک پہنچا دینا اپنی ذمہ داری ہے، صرف آنے کے بعد مجھے کال کرنا، میں پورا ڈائریکٹ ادھر تک پہنچا دوں گا، پھر آپ ادھر سے چلے جانا، واسودیو آگے فون کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے کہتا ہے: فون پر یہ نہیں بولنے کا کہ کیا مال ہے، صرف یہ بولنا کہ ''بھائی کدھر ہو؟ اس وقت فون بہت ٹیپ ہوتا ہے، مال کے بارے میں بولنے کا نہیں، رپورٹر نے کہا کہ نمبر آپ پہچان جاؤ گے تو بولنے کی کیا ضرورت ہے کہ فروزن ہے، مال ہے، کچھ بولنے کی ضرورت نہیں، صرف بول دینے کا کہ لوکیشن کدھر ہے، واسودیو بولتا ہے: خالی گاڑی آرہی ہے آپ بول دو گے تو میں سمجھ جاؤں گا، رپورٹر: ٹھیک ہے بھائی، واسودیو کہتا ہے: پھر میں خود گاڑی میں بیٹھوں گا تو چیک ہونے کا سوال ہی نہیں، واسودیو آگے پوچھتا ہے: مال کتنا رہے گا؟ رپورٹر نے بتایا: مال ایک ہزار کلو رہے گا، اب گئو ماتا کی پوجا کرنے والے اس بھکشک نے اپنی دلالی کی قیمت بتائی: ۲۰ ہزار! رپورٹر: ۲۰ ہزار؟ کیا بول رہے ہو بھائی، پہلی بار ہے، کچھ ڈسکاؤنٹ دو ابھی، پھر بڑھا دیں گے، واسودیو: چلو ۱۵ ہزار کر دو، واسودیو آگے تنبیہ کرتے ہوئے کہتا ہے: لیکن جو بھی ہے، غداری بالکل نہیں ہونی چاہئے، میں آپ کے ساتھ میں رہوں گا اور پہنچا کے دوں گا، رپورٹر اسے مطمئن کرتا ہے: ہم دونوں ایک دوسرے کے بیچ میں ہیں نا بھائی، دوسرا کوئی بھی ہمارے بیچ میں نہیں ہے۔

تو دیکھا آپ نے گئو رکشکوں کا اصلی اور بھیانک چہرہ! یاد رہے کہ گئو رکشا کے اس گھناؤنے کھیل میں واسودیو جیسے اور بھی کئی گئو رکشک ہیں جو گئو رکشا کے نام پر اسی طرح کی دلالی کر رہے ہیں، یہ لوگ مسلمانوں کو مار کر ڈر کا ایک ماحول بنا رہے ہیں تاکہ لوگ انھیں آسانی سے گئو مانس پار کرانے کے لئے منہ مانگی رقم دے سکیں اور یہ ''گئو ماتا'' کے سپوت ان کا نام لے کر، انھیں بیچ کر اپنی تجوریاں بھر سکیں۔ ■■■

از: مولانا محمد نعمان اختر فائق مصباحی*

روہنگیائی مسلمان اور ہندوستان

اس وقت جب کہ برما کی زمین پر روہنگیا کے مسلمانوں کی جان پر بن آئی ہے، بے بسی کی زندگی بنگلہ دیش کی طرف بھاگی چلی آرہی ہے، ہر وہ شخص جس کے پہلو میں ایمان کا دل دھڑک رہا ہے، اس کا بے چین ہونا یقینی اور لازمی ہے، پوری دنیا کے امن پسندوں نے اس حساس مسئلے پر احتجاج کی ہر نوعیت کو بروئے کار لایا ہے، اقوام متحدہ نے فعال کردار تو نہیں مگر ہلکی پھلکی آواز ضرور پیش کی ہے، مگر ترکی اور ایران کی آواز کافی ذمہ دار رہی اور کہیں نہ کہیں اس کا اثر بھی دیکھنے میں آیا، پاکستان کی عوام میں بے چینی ضرور رہی مگر "مملکت خداداد" کہلانے والے پاکستان کی حکومت کے سربراہان کو روہنگیا کے سلسلے میں جو کردار ادا کرنا چاہیے تھا، وہ نہیں کرسکی، ظاہری بات ہے کشمیر میں دہشت گردوں کو بھیج کر اپنی سیاسی دکان چلانے والے پاکستان کے سیاسی لٹیروں کو روہنگیا کے بے بس مسلمانوں سے دلچسپی ہو بھی تو کیوں کر ہو۔

اس خونچکاں عالمی المیہ پر ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے پُر امن لوگوں نے شہر شہر پُر امن احتجاجی جلوس نکال کر انسانیت نوازی کا ثبوت پیش کیا، تاہم کچھ مسلمان سیاسی رہنما اوران کے ساتھ ساتھ علمائے کرام نے بھی اس مسئلہ پر اپنے اپنے جذبات کا مظاہرہ کیا اور اس امر میں وہ جذباتی ہوگئے جو غلط تو نہیں مگر حکمت کے متقاضی نہیں ہے کہ جس سے یہ احساس دلانے کی کوشش کی گئی کہ یہ روہنگیا کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور ہم بھی مسلمان ہیں، اس لئے ہم ہندوستان کے مسلمان اس کو کسی صورت برداشت نہیں کرسکتے، خاص طور پر بنگال کی وزیر اعلی ممتا بینرجی اور وہاں کے کچھ علما اس مسئلے کو باور کرانے میں کچھ زیادہ ہی جذباتی واقع ہوئے ہیں، ممتا بنرجی کا اس مسئلہ پر اس طرح کا موقف اختیار کرنا یقینی طور پر ان کو دور اندیش اور کامیاب سیاست داں کے زمرہ میں کھڑا کرتا ہے، تاہم مسلمانوں کو اس مسئلے کو دنیا اور خاص طور پر ہندوستان میں بنام اسلام و مسلمان نہیں پیش کرکے انسان اور انسانیت کو موضوع بنا کر پیش کرنے کی ضرورت ہے، جس میں شاید ہم کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔

وجہ صاف ہے کہ مسلمانان ہند میں قائدین کا سرے سے فقدان رہاہے، خودساختہ رہنمایان ہر شہر میں نوکری کے بھاؤ سے دستیاب ہیں، مگر اچھی اور سچی قیادت کو دن کے اجالے میں ہیڈ لائٹ لے کر ڈھونڈتے رہ جایئے مگر ایسے قائدین کہیں چھپ کر بھی آہ و فغاں کر رہے ہوں تو زبردستی ڈھونڈ کر نکال لائیں مگر "کاش جوانی لوٹ آتی" کے سوا آپ کچھ کہہ نہیں سکتے، مگر اب اس کا شکوہ بھی کیا کیا جائے اور کب تک؟

ہندوستان کی موجودہ صورت حال پر اگر وسعت فکری اور دقت نظری سے بات کی جائے تو بی جے پی کے تین سالہ دور اقتدار میں ہندوستان کے معاشی حالات بد سے بدتر ہوگئے ہیں، قوم سے کئے گئے سارے وعدے طاق نسیاں کی نذر ہو کر رہ گئے ہیں، بے روزگاری بڑھتی جارہی ہے، ایسے حالات میں ۲۰۱۹ء کے الیکشن میں اس کو پھر سے برسر اقتدار آنے کی خاطر "ہندوتوا" کا ہی کارڈ کھیلنا ہوگا اور یہ مسلم مخالف پارٹی ہر اس موقع کو بھنانے کی کوشش کرے گی جس سے مسلمانوں کو جذباتی بنا کر اور "ہندوتوا" کا کارڈ کھیل کر کامیابی حاصل کر سکے۔

برما کی حمایت کرنا اور ہندوستان میں بسے ہوئے روہنگیائی مسلمانوں کو یہاں سے نکال باہر کرنے کے پیچھے بھی یہی مقصد کار فرما ہے، ظاہری بات ہے روہنگیائی مسلمانوں کی حمایت کرنے والی سیاسی پارٹیوں کا اپنا فائدہ ہے اور مخالفت کرنے والوں کا اپنا مفاد ہے، سیکولرازم اور غیر سیکولرازم سے ہندوستانی بقیہ ص ۱۳۱ پر

* مضمون نگار دارالعلوم فیض الباری نوادہ بہار کے مدرس ہیں۔

احوالِ عالم

از: محمد معراج شمسی دیناجپوری*

روہنگیائی مسلمان اور ان کی تاریخ

اخبارات و رسائل میں گزشتہ کئی دہائیوں سے برما کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم کی داستانیں وقتاً فوقتاً میڈیا پر شائع ہوتی رہتی ہیں، جب سے سوشل میڈیا عام ہوا ہے، ان مظالم کے دلخراش مناظر اس پر بھی آنے لگے ہیں اور اقوام متحدہ نے اپنی ایک قرارداد میں یہ بات بالکل بجا لکھی ہے کہ "روئے زمین کی سب سے مظلوم اقلیت اراکان برما کے مسلمان ہیں۔"

اراکان در حقیقت ایک آزاد مسلم ریاست تھا جو روہنگیائی مسلمانوں کا آبائی وطن ہے، ۱۷۸۴ء تک یہ ایک مستقل آزاد ریاست کی حیثیت سے دنیا کے نقشہ میں موجود رہا، اس کے بعد برما نے اس پر قبضہ کر کے ایک صوبے کے طور پر اسے اپنے ساتھ ضم کر دیا، ایک صدی بعد ۱۸۸۴ء میں برطانیہ نے برما پر قبضہ کیا تو اراکان بھی برطانیہ کے قبضے میں چلا گیا، برطانیہ سے آزادی کی تحریکیں جب برصغیر میں چلیں تو ہندو پاک کی طرح برما بھی آزاد ہوا، برما ۱۸۸۴ء میں آزاد ہوا ہے، آزاد ہونے کے بعد برما نے اراکان کو اپنے ایک صوبے کے طور پر ہی اپنے ساتھ ضم رکھا اور اسے ایک آزاد مسلم ریاست کی حیثیت سے دوبارہ ابھرنے نہیں دیا

برما کی حکومت نے اراکان پر قبضہ کر کے جب سے اپنے ساتھ ضم کیا ہے، اسی وقت سے اس نے یہ پالیسی اپنا رکھی ہے کہ اس صوبے سے مسلمانوں کا خاتمہ کیا جائے، چونکہ یہ ایک آزاد مسلم ریاست تھی اور وہاں مسلمانوں ہی کی اکثریت تھی، اس لیے اس نے مسلمانوں کے خلاف وحشت ناک آپریشن کیے اور وقفے وقفے سے مسلمانوں کے خاتمے کے لیے برما حکومت فسادات کی آگ بھڑکاتی رہی ہے۔

۱۹۴۲ء میں بدھسٹوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک منظم تحریک شروع کی، مارچ ۱۹۴۲ء سے جون ۱۹۴۲ء تک تین ماہ میں ڈیڑھ لاکھ مسلمان شہید اور پانچ لاکھ مسلمان بے گھر ہوئے، ۱۹۵۰ء میں دوبارہ مسلمانوں کے خلاف تحریک اٹھی، تشدد کا آغاز ہوا، ہزاروں مسلمان شہید اور بے گھر کیے گئے۔

۱۹۶۲ء میں برما کے اندر فوجی حکومت کا قبضہ ہوا، برما کی ملٹری حکومت نے اراکان کے مسلمانوں کے خلاف تشدد کا سلسلہ شروع کیا جو وقفہ وقفہ سے ۱۹۸۲ء تک جاری رہا، اس عرصہ میں بیس لاکھ سے زیادہ مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں شہید ہوئے، ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۷ء میں بھی مسلمانوں پر بڑے منظم حملے ہوئے اور ہزاروں مسلمان شہید کیے گئے۔

جون ۲۰۱۲ء سے ایک بار پھر مسلمانوں پر حملوں کا آغاز کیا گیا، یہ حملے اکتوبر ۲۰۱۶ء تک جاری رہے، رپورٹ کے مطابق صرف ابتدائی پندرہ دنوں میں بیس ہزار سے زائد مسلمان شہید کیے گئے اور اب ۲۵ر اگست ۲۰۱۷ء کو ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا گیا اور اطلاعات کے مطابق اس ہفتے کے اندر پندرہ بیس ہزار مسلمان جوان بوڑھے، بچے اور خواتین کو شہید کر دیا گیا ہے۔

اراکان کے ان مظلوم مسلمانوں کے ساتھ بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کو ہجرت کرنے کے لیے نہ محفوظ راستہ ملتا ہے، نہ پڑوسی ملک انھیں قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، ان کی سرحد بنگلہ دیش سے ملتی ہے، بنگلہ دیش نے ان کے لیے اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں، تھائی لینڈ سے بھی ان کی سرحد ملتی ہے، لیکن وہ بھی انھیں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، یوں ہزاروں خاندان کشتیوں میں ساحلوں کے چکر کاٹ رہے ہیں اور موت کی بھیانک تصویر کے سوا ان کی دادرسی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

*مضمون نگار دیناج پور، ویسٹ بنگال کے اہل قلم ہیں۔

بین الاقوامی سطح پر اراکان کے مسلمانوں کے لیے ہلکی پھلکی آوازیں اٹھتی رہی ہے، ایمنسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ اور اقوام متحدہ نے برما حکومت سے غیر جانبدارانہ تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا ہے، ۲۰۱۲ء میں ان عالمی اداروں کی کوششوں سے ایک کمیشن بھی تشکیل دیا گیا مگر عین وقت پر برما حکومت نے اقوام متحدہ کی زیر قیادت کمیشن کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، نومبر ۲۰۱۶ء میں یو این او کے اعلیٰ سطحی وفد نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور ان مظالم کی رپورٹ مرتب کی لیکن ظلم و جبر کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہم اس موقع پر انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں، رفاہی اداروں اور پورے عالم اسلام سے اپیل کرتے ہیں کہ انسانی مظالم کے اس کربناک المیہ کا مداوا کرنے کے لیے آگے بڑھیں، جہاں بے یار و مددگار انسانوں کی لاشیں جلتی ہیں، خواتین کی عصمت دری کر کے ان کی ننگی لاشوں کو درختوں کے ساتھ لٹکا دیا جاتا ہے، بچوں کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیا جاتا ہے، جوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو ایک خندق میں جمع کر کے، اوپر سے بلڈوزر چلا کر انھیں زندہ دفن کر دیا جاتا ہے، انھیں زندہ جلا دیا جاتا ہے، یہ تمام مناظر، تصاویر اور ویڈیو کی شکل میں ساری دنیا دیکھ رہی ہے، عالم اسلام دیکھ رہا ہے، مسلمان دیکھ رہے ہیں، انسانی حقوق کی تنظیمیں دیکھ رہی ہیں، لیکن نہ مؤثر آواز اٹھتی ہے نہ ضمیر جاگتے ہیں، اقوام متحدہ کی ذمہ داری ہے، عالم اسلام کی ذمہ داری ہے، میڈیا اور منبر و محراب سے تعلق رکھنے والے صحافیوں، اہل قلم، دانشوروں اور علما کی ذمہ داری ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کے لیے آواز اٹھائیں اور مؤثر اٹھائیں، جب تک ظالموں کے در و دیوار ہل نہ جائیں، جب تک وہ ظلم سے باز نہ آجائیں، جب تک ان بے بسوں کے زخموں کا مداوا نہ ہو جائے، اللہ ان بے یار و مددگار مسلمانوں پر کرم فرمائے، ان کی مدد فرمائے، ہماری بے حسی اور غفلت کو دور فرمائے، ایک دردمند دل رکھنے والا مسلمان یہی کہہ سکتا ہے کہ

میں بلبلِ نالاں ہوں، اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

کیوں نہیں جاگتے مظلوموں کی چیخوں پر

معزز قارئین! جس طرح برما کی زمین خونی سمندر میں تبدیل ہو رہی ہے، فرش خاک مٹیالہ پن چھوڑ کر بے قصور مقتولوں کے خون سے لال ہوتی جا رہی ہے، ایک ایک دن میں سیکڑوں روہنگیا مسلمان برما کے درندوں کی گولیوں سے ڈھیر ہو رہے ہیں، سب پر عیاں ہے، شوشل میڈیا سے پرنٹ میڈیا تک اس کی دل خراش داستانوں سے بھرے پڑے ہیں، مگر اس کے باوجود مسلم حکمرانوں ولیڈروں رہنماؤں کا جوش ایمان، جذبۂ حرارت، احساس ہمدردی برف کا ڈیلہ بن کر خاموش پڑا ہے جو قابل صد افسوس ہے۔

خدا کے لئے ذرا احساس تو کیجئے کہ کس خوف و ہراس کے ماحول میں روہنگیا مسلمان اپنی جان ہتھیلیوں پہ لے کر کبھی ندیوں میں دریاؤں میں کبھی گلیوں میں چوراہوں میں کبھی راہوں میں صحراؤں میں بھوکے پیاسے لرزتے کانپتے ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں آو ذرا یہ بھی سنو ان ایام میں پوری مسلم دنیا جب جانوروں کی قربانیاں دے کر اپنا فریضہ ادا کر رہی ہے تو برما کے مسلمان بھی زبان حال سے یہ صدا دے رہے ہیں ہمارے ہم مذہب بھائیو، ہماری قربانیاں بھی دیکھو تم جانور قربان کر رہے ہو ہم جان قربان کر رہے ہیں تم قربانی کے گوشت بھون رہے ہو ہم قربانی کے لئے اپنے بچے بھونوا رہے ہیں تم گوشت کے کباب کو فتے بنا کر جسمانی مزے لے رہے ہو ہم اپنے جسموں کا برما کی نمرودی آگ میں کباب بنا کر روحانی لذت حاصل کر رہے ہیں۔ آہ میری قوم کے مظلوم بھائیو اے روہنگیا مسلمانو! آپ نے ہی تو اصل قربانی دی ہیں ہم نے تو صرف رسم نبھایا ہے اللہ آپکی مدد کرے اللہ پاک اپنے خلیل کے صدقے برما کی نمرودی آگ کو جلد آپ پر گلزار خلیل بنائے ہم کر بھی کیا سکتے ہیں دعاوں کے یا دو چار مسیج کے علاوہ، ہمیں معاف کریں آپ کے خون کے ایک ایک قطرے پر دو تین آنسوؤں کے قطرے ٹپکانے کے سوا ہمارے پاس دینے کو بچا ہی کیا ہے کیونکہ ایک کے علاوہ ہمارے اکثر حکمران ولیڈران رہنمایان وصاحبان، اہل ثروت و اہل سیاست کلمہ تو پڑھتے ہیں مصطفی جان رحمت کا مگر غلام

ہیں کسی اور کا انہیں فکر ہے اپنی کرسی کی اپنی حکومت کی یہ فانی دولت وعیش مستی میں اتنے مگن ہیں کہ اپنی ہوس کی آگ بجھانے کے لئے دشمنوں کے تلوے بھی چاٹنے کو تیار ہیں کوئی کٹے یا جلے ڈوبے یا تڑپے انکا آنچل کسی کی بھی آنسو سے بھیگتا نہیں ہے یہ بس دشمنوں کے اشارے لہرتا ہے۔

مسلمانوں ذرا احساس تو کرو آخر کب تک دشمنوں کی جھولی میں اپنوں کا کٹا سر دیکھ کر خاموش رہو گے اگر یہی صورت حال رہی تو پھر اللہ نہ کرے کہ کہیں آج انکی تو کل تمہاری بھی باری ہو آخر کب تک خواب غفلت کی نیند سوتے رہیں گے کب ہمارا جذبہ ایمان بھڑکے گا آخر کب احساس ہمدری ابھرے گا؟ کیا برما کے حیوانوں کا ننگا ناچ یوں ہی چلتا رہے گا؟ اور ہم تماشائی بنے دیکھتے رہیں گے؟ ع

آخر کیوں نہیں جاگتے مظلوموں کی چیخوں پر

آج روہنگیائی مسلمانوں سے زیادہ مظلوم کون ہے؟ انہیں بے قصور موت کے گھاٹ اتار کر تالیاں بجا کے خوشیاں منائی جاتی ہیں، بے گناہ بچوں کو مشین گن کی گولیوں سے چھلنی چھلنی کر کے ابدی نیند سلا دیا جاتا ہے، ہزاروں ماؤں کی ممتا پر بارود و بم کی برسات کی جاتی ہے، ان کے نظروں کے سامنے ان کے کلیجے کے ٹکڑوں کو جانوروں کی طرح کاٹا جاتا ہے، بے رحمی کی حد پار کر جوان بیٹوں کے سامنے بوڑھے ماں باپ کو ذبح کیا جاتا ہے، تو کہیں بوڑھے ماں باپ کے آگے جوان بیٹوں کے سینے پر دس دس گولیاں داغی جاتی ہیں، گھروں میں آگ لگا کر پوری پوری فیملی کو زندہ جلا دیا جاتا ہے، مسلم دوشیزاوں کی عصمتیں برما کے درندے آئے دن نوچتے جا رہے ہیں، جن کی چیخیں لٹتی آبرووں کے ساتھ برما کی خوفناک وادیوں میں دب کر رہ جاتی ہیں۔

اے دنیا کے حکمرانو! سلطانو! بادشاہو اور سیاست دانو!! ان آتنگ وادیوں کے خلاف کوئی ایکشن کیوں نہیں لیتے؟ ان دہشت گردوں کے خلاف کوئی قدم کیوں نہیں اٹھاتے؟ کیا اس سے بھی بڑھ کوئی آتنگ واد ہو سکتا ہے؟ کیا ان سے بھی بڑے دہشت گرد ہوتے ہیں؟ یاد رہے مذہب کی آڑ میں یہ انسانیت کا خون ہو رہا ہے، آدمیت مٹ رہی ہے، درندگی اور حیوانیت کا ننگا ناچ ہو رہا ہے، کم از کم مسلم حکمران تو آنکھیں کھولیں، انھیں آواز دے رہی ہیں روہنگیا مسلمانوں کی آہیں، جلتے جسم، بھونتے بچے، عصمتیں دری کی شکار بہنیں، چیختی مائیں کلمہ پڑھنے والو! کوئی سنے نہ سنے، تم کیوں بہرے ہو گئے ہو؟ کوئی آواز اٹھائے نہ اٹھائے تم کیوں گونگے ہو گئے ہو؟

کیا صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے بہادر اور دلیر مسلمان اب صرف کتابوں میں رہ گئے ہیں؟ کیوں ہمیں کہیں سے کسی گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی نہیں دیتی؟ جس پر کوئی ایوبی یا محمد بن قاسم جیسا ہمدرد شیر دل مسلمان سوار ہو، ہماری آنکھیں پتھرا گئیں ہیں خالد بن ولید، طارق بن زیاد جیسے شیروں کی راہ تکتے تکتے، آخر کہاں تک کوئی قلم کسی مظلوم اور ستم زدہ کے حال زار پر مرثیہ خوانی کر سکتا ہے؟ درحقیقت یہ درد و کرب انہیں کو معلوم ہے، جن پر ظلم و ستم کے یہ پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں، جن کا لفظوں میں اظہار ہمارے لئے ناممکن ہے۔

لہٰذا مسلمانو! صرف آنسو بہانے کی نہیں، برما میں ہو رہے بھیانک ظلم و ستم کے خلاف کوئی ٹھوس قانونی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے، مسلم حکمراں اس خونی کھیل کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں، آئیں مل کر اپنے مظلوم بھائیوں کو انصاف دلائیں، اللہ پاک اپنے محبوب کے صدقے روہنگیا مسلمانوں کو اور جملہ اہل اسلام کو ایمان و امن کی زندگی عطا فرمائے، آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔■■■

ص ۵ رکا بقیہ.....

یا الٰہی تو عطا فرما، انھیں جائے پناہ
جن کی دھرتی اور جن کا آسماں لوٹا گیا
یاخدا برما کے اہل حق پہ ہو ابر کرم
دھوپ ہے بے انتہا اور سائباں لوٹا گیا
رو رہا ہے خون کے آنسو، فریدی کا جگر
باغباں دیکھا کئے اور گلستاں لوٹا گیا

از: مولانا عبدالمعید ازہری*

کیا یہ میڈیا کی وطن پرستی پر سوال نہیں؟

اخلاقی طور پر کھوکھلا کر رہی ہے، وہ اس مصداق پہ پوری طرح کھری اتر رہی ہے کہ "ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے" میڈیا کا گرتا معیار آج گرگٹ سرکاروں سے زیادہ بکاؤ ہوتا جا رہا ہے، اکیسویں صدی کی آزادی اور خودمختاری کے طوفان نے میڈیا اور سیاست کے دل ودماغ کو ایک ساتھ معذور ومعزول کر دیا ہے، آج کا میڈیا دہشت اور نفرت پھیلانے کا ایک ذریعہ بن چکا ہے، ایک زمانے میں میڈیا کو جمہوریت کا ستون کہا جاتا تھا، آج بھی ستون ہی ہے لیکن سب سے پہلے گرنے اور بکنے والا ستون، اس ملک کے لئے میڈیا کی بھی بڑی قربانیاں رہی ہیں، لیکن آج کے غدار اور کاروباری میڈیا والوں نے ان قربان ہونے والوں کی روحوں کو پھر سے مارنے کا کام کیا ہے، حق گوئی اور بے باکی، سچ بولنے، سچ دکھانے اور اسے ثابت کرنے کا سارا جذبہ چاپلوسی کی نذر ہو گیا ہے، آج جب بھی اخبار اور ٹی وی دیکھو تو ڈر لگتا ہے، نہ جانے اب کس خبر سے دہشت پیدا کر دی جائے۔

ایک داعش اور اس کی ہم فکر تنظیمیں دہشت کا کاروبار کر رہی ہیں، دوسری ہمارے ملک کی مخصوص بھیڑ ڈر کا کاروبار کر رہی ہے، سچ چھوڑا ہے پر کسی کو بھی مار کر اس کی ویڈیو بنا کر اسے خود شیئر کر کے ملک کے آئین اس کے دستور اور اس کے جمہوری نظاموں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، انصاف اور قانون کا خون کیا جا رہا ہے، وہیں میڈیا بھی ان کا آلہ کار بن کر اس کاروبار کو فروغ دینے کا کام کر رہی ہے، لوگوں کو اطراف واکناف کی ضروری تبدیلیوں سے آگاہ کرنے کی بجائے ان پر خوف طاری کر رہی ہے، اس کے بعد اس خوف کے ازالہ کے لئے کاروباری دروازے کھول دئے جاتے ہیں، ڈر کا کاروبار ایسا ہے جس میں نقصان نہیں ہوتا۔

میڈیا کے اس ڈوبتے سورج کی کبھی صبح امید اور جوش کی اور مجرم طاقتوں کی کالی بدلیاں کسی نامعلوم کونوں میں دبک جاتی تھیں، انصاف کے جب سارے دروازے بند ہو جاتے تھے تو بھی ایک دروازہ تھا جس نے کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجا، سیاسی رہنماؤں کی طرح اس شعبہ نے بڑی قربانیاں دی ہیں جو تاریخ میں زندہ ہیں اور انہیں کی وجہ سے آج کی صحافت کی آبرو باقی ہے ورنہ آج کے کاروباری اور بکاؤ صحافیوں نے تو اس کا گلا تقریباً گھونٹ ہی دیا ہے، ایک سچا صحافی اپنے آپ میں ایک انصاف بلکہ ایک انقلاب ہوتا ہے، ملک کے ذمہ داروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، جس طرح ملک کا مستقبل سیاسی، سماجی اور قانونی رہنما طے کرتے ہیں، اسی طرح اس میں ایک حصہ میڈیا کا بھی ہوتا ہے لیکن آج بدحواسی کی آندھی میں یہ ستون بھی گر چکا ہے۔

آج اخبار میں کیا آتا ہے اور ٹی وی میں کیا دکھایا جاتا ہے، یہ سب بند کمرے کی سیاست طے کرتی ہے، قومی سطح پر کس کو کہاں کیا اور کیسا مقام دینا ہے، یہ سب طے شدہ ہوتا ہے، ایک سینئر صحافی کے ۵۰ سالہ صحافتی تجربہ کے مطابق ملک میں رونما ہونے والے بڑے حادثات جیسے دنگے، فرقہ وارانہ فسادات، سرعام کسی کا قتل یا پھر انکاؤنٹر سب پہلے سے طے ہوتا ہے، ان تمام چیزوں سے پرے میڈیا کا اپنا ایک اصول ہے کہ وہ اپنی خبروں سے معاشرے میں ڈر پیدا نہیں کر سکتی، اسے ہر حال میں لوگوں میں ہمت اور امید بنائے رکھنا ہوتا ہے، آج کی میڈیا میں بالکل اس کے مخالف کام ہو رہا ہے، کسی کو بھی مجرم یا دہشت گرد کہنا تو اس کا یومیہ مشق ہو گیا ہے، اس کا جرم ہے بھی کہ نہیں، عدالت اور قانون اسے کیا کہتا ہے، ان سب چیزوں کی پرواہ کئے بغیر ہمارے "صاحب" کیا کہتے ہیں، اس کی پرواہ کی جاتی ہے، ہر روز اپنا نیا ساتھی یا پھر ساتھ کے لئے ہر روز بکنے والا معیار ہو گیا ہے، اس کا یہ

*مضمون نگار جامعہ اسلامیہ روناہی کے استاذ ہیں۔

معیار خود اس میڈیا نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے، آج کی میڈیا محض کاروبار ہے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے، یہ میڈیا کاروبار اور پیسہ کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے، وہ جی حضوری کے چکر میں ملک کی عظمت اور اس کے وقار کو بھی خاک میں ملا سکتی ہے، ایسا ہی ایک واقعہ حال ہی میں رونما ہوا ہے۔

TRP سنسنی اور سب سے پہلے خبر دینے کی ہوڑ نے سب کو خود غرض بنا دیا ہے، جب یہ خبر میڈیا میں عام ہوئی کہ ''ملک کے پاس ہتھیار کم ہیں'' جنگ کی صورت میں مشکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، مطلب ہم کمزور ہیں، بظاہر یہ بہت چھوٹی بات ہے، لیکن اس کے پیچھے کے سوالات نہایت ہی خطرناک ہیں، سب سے پہلا سوال کہ ہمارے ملک میں کتنا ہتھیار ہے؟ یہ خبر ایسے ہی میڈیا میں کیسے آگئی؟ یہ خبر چھاپنے یا دکھانے سے پہلے میڈیا نے کیوں نہیں سوچا کہ اس کا کیا ردعمل یا پس منظر و پیش منظر ہو سکتا ہے، اس خبر کا قومی اور بین الاقوامی سطح پر ملک پر کیا اثر پڑے گا، اس خبر سے کس کو کتنا فائدہ اور کتنا نقصان ہو سکتا ہے؟ یہ سب بڑے ہی ڈرامائی اور فلمی انداز میں ہوا، چین کی جانب سے ملک کے خلاف بڑھتے اقدامات کے جواب میں کئی ممالک کی حمایت کی خبریں آتی ہیں، چینی سامان کے بائیکاٹ کا پروپیگنڈہ ہوتا ہے، ہندوچین کے روزانہ بگڑتے حالات کی خبریں بھی آتی ہیں، اچانک خبر آئی ہے کہ ہمارے پاس تو ہتھیار ہی نہیں ہیں، سرجیکل اسٹرائک سے لے کر اب تک جس طرح سے ہماری فوج کا سیاسی استعمال اور قدرے استحصال ہوا، وہ شاید ملک کی تاریخ میں ایک سیاہ باب ہے، اس خبر نے جہاں ملک کو ایک طرف کشمکش میں ڈال دیا ہے، وہیں دوسری طرف ایک بڑے خدشے کا بھی اشارہ دیا ہے، اب جب ملک میں ہتھیار کم ہیں، اس پر پاکستان اور چین کی طرف سے مسلسل دست درازی کا سلسلہ بھی جاری ہے، اس لئے بھاری مقدار میں اسلحہ اور ہتھیار کی خریداری ہونی ہے، کچھ دن قبل فوجی ٹرک کی خریداری اور اس سے جڑے کچھ خلاصے سامنے آئے تھے، اس خریداری میں جس قدر گھوٹالہ اور اسکیم کا معاملہ سامنے آیا تھا، کیا یہ اس سے بھی بھیانک ہو سکتا ہے، یہ پانچ گھنٹے کی فلم میں ہر آدھے گھنٹے، بیس منٹ اور ایک گھنٹے میں جو سسپینس اور ٹویسٹ آرہے ہیں، وہ بڑے مہلک ہوتے جارہے ہیں، ابھی تو دو گھنٹے کی فلم باقی بھی ہے، اس پر مزید یہ ہے کہ اگلے پانچ گھنٹے کی اس فلم کی دوسری سیریز بھی تقریباً تیار نظر آتی ہے، کیونکہ تقریباً سارے پروڈکشن ہاؤس بند پڑے ہیں، کہیں کوئی شوٹنگ چل ہی نہیں رہی ہے اور جس طرح سے یہ مسالہ فلم چل رہی ہے، ایسا لگتا ہے کئی ریکارڈ توڑ کر ہی دم لے گی۔

ملک کی داخلی صورت حال وہ بھی سکیورٹی سے متعلق خبریں نشر کرنا اور وہ بھی اتنی غیر ذمہ دارانہ طور میڈیا کے ساتھ ساتھ ملک کے ساتھ بھی کھلواڑ ہے، اس سلسلے میں یہ عقدہ کشائی ایک طرف کہ آخر یہ خبر میڈیا میں آئی کیسے؟ اس کا سرجکل، نوٹ بندی، کشمیر، امرناتھ، GST، صدر جمہوریہ کا الیکشن یا بہار کی سرکار اور سی بی آئی کے چھاپوں سے تو ہو سکتا ہے کوئی لینا دینا نہ ہو، لیکن آج سیاست کی گھٹی میں شامل بدعنوانی کو تو کافی بڑا راستہ مل گیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پر حکومتوں کا کیا ردعمل ہوتا ہے، اس انتہا پسند بھیڑ کا کیا ردعمل ہوتا جو ملک میں کھانا، کپڑا، کاروبار، کہنا سننا اور بولنا طے کرتی ہے، جو ملک میں وفاداری کا ٹیسٹ لیتی رہتی ہے، اب وہ اس بات کو کس طرح سے دیکھتی ہے، احتجاجی پیشہ وروں کا اس پر کیا ردعمل ہوتا ہے؟ یہ ایک قابل غور امر ہے، سوشل میڈیا کے کرانتی کاری بھی اب تک خاموش ہیں یا تو انہیں اب تک بتایا نہیں گیا یا ر موٹ آن نہیں کیا گیا، اب ایسی صورت حال میں اس قدر خاموشی ذہنی و اخلاقی طور پر موت کے ساتھ ساتھ وطن پرستی کی امید کے دم مرگ کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

یہ بھی میڈیا کی سفاکیت ہے کہ سیمانچل کے سیلاب زدگان، گورکھپور کے ننھے بچوں کی اموات، دو ٹرینوں کے حادثے اور کرنل پروہت کی ضمانت کو دبا کر سپریم کورٹ کے تین طلاق کے فیصلے اور وطن پرستی کے تئیں ''بھارت ماتا کی جئے'' اور ''وندے ماترم'' پر سارا زور لگایا جارہا ہے، اس میڈیا کے لئے سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ وہ کسی طرح سے یوپی حکومت کی چمچہ گیری کو ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں کا کیا فائدہ ہے، وہ تو ۱۹۴۷ء سے بقیہ ص ۱۳ پر

از: مولانا محمد کوثر امام قادری ✱

غوث اعظم کی انقلابی تحریک

حضور سیدنا سرکار غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومحاسن، خوبیاں اور کمالات اس قدر ہیں کہ عام آدمی نہ تو اس کا ادراک کرسکتا ہے اور نہ ہی سب کو احاطہ بیان میں لاسکتا ہے، جن اصحاب فکر ونظر نے آپ کے فضائل پر غور کیا، بے ساختہ ان کی زبان چیخ اٹھی ۔

پوچھتے کیا ہو شہ جیلاں کے فضائل آسیؔ
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

آپ کی سیرت وسوانح، فضائل ومناقب اور حیات وخدمات کے عناوین پر سیکڑوں کتابیں، مضامین ومقالے لکھے گئے، لکھے جا رہے ہیں اور آئندہ بھی یہ سلسلہ ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

آج خطابات وبیانات اور مضامین ومقالات میں غالب طور پر قلم کار وخطبا کرامات وخوارق عادات وافعال کے بیان پر زور صرف کرتے ہیں جبکہ کرامتیں کوئی نمونۂ عمل فراہم نہیں کرتیں اور نہ ہی ان کے بیان سے کوئی رہنمائی ملتی ہے، کرامتیں بلاشبہ عقیدت ومحبت پیدا کرنے کا ذریعہ اور صاحب کرامت کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں مگر نئی نسلوں کو واقعات کرامت کے بجائے آئینۂ حیات مطلوب ہے۔

اس وقت پوری مسلم دنیا جس صورت حال سے دوچار ہے، اس سے نجات پانے کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا چاہئے، ہم نے سیرت غوث اعظم سے ان گوشوں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو اس عقدہ کو حل کرسکتے ہیں، تو سب سے پہلے ہم غوثیت کبریٰ کے ظہور سے قبل کے حالات پیش کرتے ہیں تاکہ آج کے حالات اور اس زمانے کے ماحول میں موافقت سمجھنا آسان ہوجائے۔

ظہور غوثیت سے پہلے کے احوال

خلافت عباسیہ روز بروز زوال کی طرف بڑھ رہی تھی، درجنوں حکومتیں قائم ہوچکی تھیں، شیعی حکومتیں، سنی حکومتوں سے جنگ کررہی تھیں اور سنی حکمراں شیعوں سے برسرپیکار تھے، بااثر وزراء اپنی الگ الگ حکومت قائم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے، خانہ جنگی کا ماحول برپا تھا، حکومت کے نشے میں مخمور طالب جاہ وحشم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے تھے، ایک دو نہیں درجنوں سلاطین اپنی اپنی سربلندی کے جھنڈے لہرا رہے تھے، سلطان وزراء سے خائف اور وزراء فوجیوں سے خوفزدہ، نہ ایک دوسرے پر کوئی اعتماد نہ ایک دوسرے کے لئے کوئی ہمدردی، جو جہاں ہے وہیں کرسی اقتدار کا بھوکا ہے، گویا مسلمانوں کا سیاسی نظام انتہائی بدحالی کا شکار تھا، ان کے پاس فوجیں تھیں مگر بے روح، ان کے پاس حکومت تھی مگر صرف نام کی، ان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا مگر رعایہ کے دلوں میں کوئی قدر نہ تھی، گویا مکمل نظام سیاست مفلوج ہوچکا تھا۔

یورپ کے اہل کلیسا کے لئے یہ اچھا موقع تھا اور جیسے ہی مسلمانوں کی اس کمزوری کا انھوں نے احساس کیا فوراً مملکت اسلامیہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے ایک طوفان بن کر نکل پڑے، شام وفلسطین کی سرزمین عیسائی دنیا کے لئے مقدس تھی، ساتویں صدی عیسوی سے اس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا، عیسائی دنیا کا روحانی پیشوا پوپ تھا، اس نے اپنے پیروکاروں میں مسلمانوں کے خلاف مذہبی تعصب ابھارنے کی کوشش کی، اس وقت اسلامی دنیا سیاسی انتشار کا شکار تھی اور یہ عیسائی یورپ کی طرف سے جارحیت کا سنہرا موقع تھا۔

پوپ اربن ثانی نے ۱۰۹۵ء میں ایک مجلے میں جنگ کا اعلان کیا اور عیسائی دنیا پر زور دیا کہ وہ شام وفلسطین میں واقع مقدس مقامات کو مسلمانوں کے قبضے سے چھین لیں، اس وقت یورپ کا جاگیردارانہ نظام پورے شباب پر تھا، آبادی، دولت وسائل کی

✱ مضمون نگار دارالعلوم قادریہ فیض العلوم پرسولی بازار مہراج گنج یوپی کے شیخ الحدیث ہیں۔

فراوانی تھی، ادھر مشرق کی روایتیں خوشحالی اور حسن کی داستانیں پھیلی ہوئی تھیں، یوں مذہبی جنون کے ساتھ لوٹ کھسوٹ اور عیش ونشاط کی خواہشات مل گئیں، اٹلی کی ساحلی شہروں وپنس، جنیوا وغیرہ کی بین الاقوامی تجارت کو مشرق وسطی کی مسلم مقبوضات کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا اوران تجاروں کی روایتی خوشحالی متأثر ہوئی تھی، چنانچہ انہوں نے عیسائی حملہ آوروں کی دل کھول کر مدد کی۔'' [عہدایوبی کی نسل نو ص ۲۱]

۴۹۰ھ میں یورپ کے عیسائیوں نے جن میں بڑے بڑے بادشاہ بھی شامل تھے، متحد ہو کر بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے حملہ کیا، ان صلیبی حملہ آوروں نے آتے ہی انطاکیہ کا محاصرہ کیا، انطاکیہ میں ان دنوں باغیسانی نامی ایک سلجوقی ماموں تھا، وہ عیسائیوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور انطاکیہ کو چھوڑ کر فرار ہوا، راستے میں کسی ارمنی نے اس کو مار ڈالا اور سر اُتار کر صلیبی لشکر میں لے آیا، انطاکیہ کا اس طرح نکل جانے اور باغیسان کے مارے جانے سے ملک شام میں ہلچل مچ گئی، کرلوقا نامی سلجوقی سردار جو موصل کا والی تھا، عیسائی حملہ آوروں کی طرف بڑھا اور مرج وابق میں پہنچ پڑاؤ کیا، یہ سن کر وقاق بن تتنش، سلیمان بن مراتق طغتگین والی حمص بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بوقا کے پاس پہنچ گئے اور سب مل کر انطاکیہ کی طرف عیسائیوں کے مقابلے کے لئے بڑھے، عیسائی لشکر کے مقابلے میں ان مسلمان سرداروں کی متحدہ فوج بے حقیقت اور نہایت قلیل تھی، سخت معرکہ آرائی کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی، ہزار ہا مسلمان شہید ہوئے، عیسائیوں نے ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا، اس کے بعد عیسائیوں نے حمص پر قبضہ کیا، پھر عکہ کا محاصرہ کرلیا، عکہ کی ترکی سلجوقی فوج نے بڑی بڑی سختیاں برداشت کیں اور مدافعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

عیسائیوں نے ۲۳ رشعبان ۴۹۲ھ کو چالیس روز کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس کو فتح کرلیا، شہر میں گھس کر عیسائی فاتحین نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا، مسلمانوں نے محراب داؤد علیہ السلام میں پناہ لی کہ یہاں عیسائی قتل سے باز رہیں گے مگر انہوں نے وہاں بھی ان کو قتل کیا، مسجد اقصیٰ اور صخرۂ سلیمان میں ستر ہزار مسلمان شہید کئے گئے، مسجد اقصیٰ کے تمام قیمتی سامان، قندیلیں جو چاندی اور سونے کی تھیں، سب لوٹ لیں، اس ہنگامہ میں لاتعداد مسلمان شہید ہوئے، بیت المقدس کے جس قدر مسلمان کسی نہ کسی طرح بچ کر بھاگ سکے وہ بحالت پریشان بغداد پہنچے اور وہاں عیسائیوں کے ان مظالم اور مسلمانوں کی بربادی کا حال خلیفۂ بغداد کو سنایا، خلیفہ نے برکیارق، محمد، سنجر وغیرہ سلاطین سلجوقیہ کے پاس پیغام بھیجا کہ ملک شام کو بچاؤ مگر وہ آپس کی خانہ جنگیوں میں ایسے مصروف تھے کہ اس طرف متوجہ نہ ہو سکے اور ملک شام کو عیسائیوں نے خاک سیاہ بنا ڈالا، وزیر السلطنت مصر جس نے مسلمانوں کے قبضے سے بیت المقدس کو لے کر عیسائیوں کے ہاتھ فتح کرادیا، یہ خبر سن کر مصر سے فوج لے کر چلا کہ بیت المقدس کو عیسائی سے فتح کرے لیکن عیسائیوں نے اس کے آنے کی خبر سن کر آگے بڑھ کر مصری فوج کو شکست فاش دے کر بھگا دیا اور بھاگتے ہوؤں میں سے کسی کو بھی بچ کر نہ جانے دیا۔ [تاریخ اسلام جلد سوم ۲۱۲]

اس کے بعد صلیبیوں کے مقابلے کے لئے مسلمان فوجیوں نے بڑی محنت کی، متعدد جنگیں ہوئیں اور عیسائی مقبوضات میں سے بعض مقامات پر اسلامی جھنڈے لہرائے گئے لیکن چند سالوں بعد پھر عیسائی فتح وکامرانی کے حصول میں کامیاب ہوگئے اور ایک مستقل طاقت ورحکومت و سلطنت قائم کرلی، اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں:

''۴۹۸ھ میں پھر ایک مرتبہ مصری فوجیوں نے عیسائیوں پر حملہ کیا اور دمشق کی ترکی فوج نے بھی مصری فوج کا ساتھ دیا، مگر اس لڑائی کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، ساحل شام کے شہروں میں طرابلس، صور، عبیدا اور بیروت مصری حکومت کے ماتحت تھے، ۵۰۳ھ میں عیسائیوں کے جنگی بیڑے آئے اور انہوں نے ان تمام شہروں کو یکے بعد دیگرے فتح کر کے تمام ساحل شام پر اپنے قبضہ کو مکمل کرلیا۔

عیسائیوں نے بیت المقدس کو فتح کر کے وہاں اپنا ایک بادشاہ مقرر کیا اور ملک شام کا جس قدر علاقہ انہوں نے فتح کرلیا تھا، وہ سب بیت المقدس کی اس عیسائی سلطنت میں شامل کردیا، اس طرح ملک شام کے اندر ایک چھوٹی سی عیسائی

سلطنت قائم ہوگئی اور وہ اس لئے بہت زبردست تھی کہ اس کو مسلسل براعظم یورپ کے ملکوں سے فوجی و مالی امداد پہنچتی رہتی تھی، ان عیسائیوں کے مقابلے میں مصر کی سلطنت عبیدی سے کچھ نہ ہوسکا، حالانکہ عیسائیوں نے زیادہ تر انہیں شہروں اور اسی حصہ پر قبضہ کیا تھا جو سلطنت مصر کے قبضے میں تھا۔

بہرحال عیسائیوں کی سلطنت یا ریاست شام کے مغربی ساحل پر اس لئے قائم ہوسکی کہ سلجوقی امراء آپس میں لڑ رہے تھے اور مصر کی دولت عبیدیہ نے اپنی کمزوری اور ناعاقبت اندیشی سے عیسائیوں کو چیرہ دستی کا موقع دیا۔ [تاریخ اسلام، حصہ سوم، ص ۲۱۴]

صحابۂ کرام و تابعین عظام کے عہد میں جو اسلامی ماحول برپا تھا، اس کے نام و نشان مٹ چکے تھے، شر و فساد کا دور دورہ تھا، طرح طرح کی برائیاں و خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں، حیات انسانی کا ہر شعبہ اسلامی انوار سے دور ہو چکا تھا، بداعتقادی و بدعملی کا شیوہ تھا، دعوت و تبلیغ کے مراکز اپنی افادیت کھو بیٹھے تھے، سیاسی افراد آپس میں دست بگریباں تو تھے ہی، علماء و مشائخ بحث و مناظرہ میں مصروف تھے، مسلکی تعصب اور مذہبی منافرت زوروں پر تھی، مدارس کے مدرسین سے لے کر طلبائے علوم اسلامیہ تک سبھی اخلاص سے کوسوں دور تنگ نظری کا شکار تھے۔

یہاں میں چند اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہوں، جن سے اس زمانے کے بگڑے ہوئے ماحول پر بھرپور روشنی پڑتی ہے، حضرت امام غزالی اس زمانے کے عمومی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں:

''اس نے ہمیں اتنا گرایا کہ یہ حالت ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون، دین کے اس ستون سے علم و عمل کو محو کر دیا گیا، اس کی حقیقت و نشان مٹ گئے، مخلوق کے دلوں پر منافقت کا قبضہ ہوگیا، خالق کے آگے گردن جھکانا ختم ہوگیا اور لوگ جانوروں کی طرح اپنی خواہشات و شہوات کے پیچھے لگ گئے، بساط دنیا پر ایسے مومن صادق کم رہ گئے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی، اس صورت حال کی تلافی کی اور اس شگاف کو بند کی، زمانہ اپنی تباہی کی طرف بڑھتا رہا اور اس نے بلندی کے بجائے درجات کی پستی کو اپنا لیا۔'' [احیاء العلوم، حصہ دوم، ص ۳۰۲]

علمائے اسلام کے بارے میں امام غزالی رقمطراز ہیں:

''مگر آج طمع نے علما کی زبانوں کو بند کر دیا ہے اور وہ خاموش ہو گئے ہیں، اگر وہ بات کرتے بھی ہیں تو ان کے اقوال، احوال کے مطابق نہیں ہوتے اور انہیں کامیابی نہیں ہوتی، اگر وہ سچ بولتے اور علم کا حق ادا کرنے کا عزم کرتے تو انہیں یقیناً کامیابی ہوتی، پس رعایا کی خرابی بادشاہوں کی خرابی کی وجہ سے ہے، بادشاہوں کی خرابی علماء کی خرابی کی وجہ سے اور علماء کی خرابی مال و جاہ کی محبت میں گرفتار ہونے سے ہے، جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہو وہ معمولی لوگوں پر بھی احتساب کی طاقت نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ بادشاہوں اور بڑے لوگوں کا احتساب کرے، اللہ ہی سے ہر حال میں مدد طلب کی جا سکتی ہے۔'' [ایضا، ص ۳۵۱]

جہاں سے قوم کو روحانی غذا ملتی ہے، جہاں سے اصلاح معاشرہ کی تحریک ہوتی ہے، جہاں ظاہر و باطن کو سنوارا جاتا ہے اور جو اسلامی تعلیم و تربیت، تزکیۂ نفس اور تطہیر باطن کا مصدر و منبع ہیں یعنی مدارس و خانقاہ، علماء اور صوفیا، جب ان میں بگاڑ آیا تو پھر کون بچ سکتا تھا، پورے بغداد اور اس کے اطراف و جوانب میں پھیلے ہوئے مدارس کے اندرونی احوال پر ڈاکٹر ماجد عرسان الکیلانی کا تبصرہ ملاحظہ کریں:

''مذہبی تعصب کے اثرات تعلیم اور اس کے اداروں پر منعکس ہونے لگے، مختلف مذاہب کے شیوخ، مدارس اور درسگاہوں میں گھس گئے اور ان کے انداز، اہداف اور رجحانات پر اثر انداز ہونے لگے، ان اثرات کی مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

اول: تعلیم کے اہداف اور اس کے مقاصد میں خرابی، تعلیم کے اہداف، افتاء، قضا، اوقاف جامعات میں تدریس، احتساب وغیرہ میں عہدوں کے حصول کے گرد گھومنے لگے اور مختلف مذہبی گروہ اپنی اپنی آراء کی حفاظت میں کوشاں رہنے لگے تاکہ اس کے ذریعہ مناصب اور اداروں کو اپنی تحویل میں لیا جا سکے۔

دوم: ان اہداف کی وجہ سے تدریس کا مفہوم تنگ ہو کر رہ گیا ہے، وہ مخصوص کی عبادات اور معاملات کے مباحث تک

محدود ہو گیا، جن کا مقصد اپنے فرقہ کی توصیف کرنا تھا، نتیجہ کے طور پر ایک ہی مدرسہ مختلف دائروں میں منقسم ہو گیا اور تزکیہ، اخلاق، علوم آخرت، داعیوں اور مصلحتوں کی تیاری جیسے مباحث نظر انداز کر دیئے گئے، تجدید کا کام رک گیا اور یوں گروہی تعلیم، اس کا دفاع اور اداروں میں اس کی اشاعت زندگی کے مسائل حل کرنے کے مقابلے میں زیادہ اہم ہو گئی، مناظرہ و جدل کے اسلوب مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گئے۔

سوم: فرقہ بندی طلبا کے صفوں میں داخل ہو گئی، اس نے ان کے روابط و تعلقات میں فساد پیدا کیا اور معاشرہ میں قائم تنازعات میں ان کی تربیت کی، مختلف مذاہب کے اساتذہ، طلبہ کو اپنی طرف لانے کی کوشش کرنے لگے اور ان کی عقل اور رجحان میں فرقہ کی سوچ کا بیج بونے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ درس و تدریس اور مدارس کی مجالس، مختلف مذاہب کی آرا کی تائید اور مخالفین کے آراء کی تردید کے میدان بن گئیں، جہاں مخالفوں پر بیانات اور اشاروں سے حملے ہوتے تھے، طلبہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے، ہر گروہ کسی مذہبی مکتب فکر کے شیخ کے گرد جمع رہتا، اس کی تعظیم و تکریم کرتا، بغیر سوچے سمجھے اس کی ہر بات ذہن نشیں کرتا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا، اس کے نتیجے میں مدارس میں طلبہ کے گروہوں کے درمیان تصادم کے واقعات ظاہر ہونے لگے۔" [عہد ایوبی کی نسل نو، ص ۴۰]

۴۶۹ھ میں مدرسہ نظامیہ میں ابونصر بن قشیری کی آمد ہوئی، انہوں نے اپنے خطاب میں حنابلہ کی مذمت شروع کر دی اور انہیں تجسیم سے منسوب کیا، ان کی تائید مدرسہ کے چند دوسرے ہم مذہب شیوخ مثلاً شیخ ابو اسحاق شیرازی اور ابو سعد صوفی نے کی، چنانچہ فتنہ پیدا ہوا جو مدرسہ سے باہر بھی پھیل گیا حتیٰ کہ شافعیہ کی ہم نوا جماعت نے حنابلہ کے شیخ ابو جعفر بن موسیٰ پر اس وقت حملہ کر دیا جب وہ اپنی مسجد میں تھے، حنابلہ کے ساتھیوں نے ان کا دفاع کیا اور اس بات پر لوگوں میں لڑائی شروع ہوئی، ابو بکر شاشی نے اس واقعہ پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے وزیر نظام الملک کو لکھا کہ یہ بہت بری بات ہے کہ ایسا واقعہ اس مدرسہ میں پیش آئے، جسے اس نے قائم کیا ہے، جب لوگوں میں ایسے واقعات زیادہ ہونے لگے تو ابو اسحاق شیرازی نے غصہ میں آ کر بغداد چھوڑنے کا فیصلہ کیا، طویل جدل کے بعد حکومت نے دونوں مذاہب کے شیوخ کے مابین مداخلت کر کے معاملات کو درست کیا۔ [الہدایہ والنہایہ، جلد ۱۲، ص ۱۱۴]

۴۷۰ھ میں مدرسہ نظامیہ کے طلبہ حنابلہ اور شافعیہ میں لڑائی ہوئی، ہر فریق کو عوام کی مدد حاصل تھی، تقریباً بیس قتل ہوئے اور کئی دوسرے زخمی ہوئے، ۴۷۵ھ میں شافعیہ نے ابوالقاسم بکری اشعری کو مدرسہ نظامیہ میں بلایا، انہوں نے اپنے خطاب میں حنابلہ پر تنقید کی، جس کے سبب مدرسہ کے اندر و باہر فتنہ کھڑا ہو گیا، آگ زنی ہوئی اور کتابیں ضائع ہوئیں۔ [الکامل فی التاریخ، جلد ۱۰، ص ۱۲۴]

۴۷۸ھ میں ابوبکر احمد بن محمد فورکی بغداد آئے اور مدرسہ نظامیہ میں خطاب کیا، اس پر خوب لے دے مچی اور لوگ آپس میں لڑنے لگے۔ [المنتظم ابن جوزی، حصہ ۹، ص ۱۶]

مذہب و مسلک کے نام پر لڑائی و فساد صرف مدرسہ کے اندر ہی نہیں بلکہ یہ آگ مدارس کے باہر بھی لگتی رہتی تھی، چنانچہ ۵۲۱ھ میں امام ابوالفتح اسفرائینی جو اشاعرہ میں مشہور و معروف شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے جامع منصور کو اپنے وعظ و نصیحت کا مرکز بنایا، لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے متاثر ہونے لگے، یہ بات حنابلہ کو اچھی نہ لگی، چنانچہ وہ جمع ہو کر اسفرائینی کے پاس آئے اور ان پر سختی کی، پھر وہ سڑکوں پر یہ نعرہ لگاتے ہوئے نکلے، یہ دن حنبلیوں کا دن ہے نہ کہ شافعیوں اور اشعریوں کا۔ [المنتظم، حصہ ۱۰، ص ۷]

امام ابن عساکر کا بیان ملاحظہ کریں:

"اوباش اور کمینے افراد کی ایک جماعت، جو حنبلی کہلاتے تھے، بغداد میں مظاہرہ کرنے لگے، انہوں نے ایسے گندے اور شرمناک انداز ایجاد کر لیئے جن کی مسلمان تو کیا کوئی کافر بھی اجازت نہیں دے سکتا، انہوں نے ماضی کے ائمہ پر تہمتیں لگانے اور اہل و دینی جماعتوں کی عیب جوئی میں انتہا کر دی، وہ اجتماعات، محفلوں، مسجدوں، بازاروں، راستوں، خلوت اور جلوت میں ان پر لعن طعن کرتے، پھر طمع نے گمراہی میں انہیں

اس قدر بڑھا دیا کہ وہ اس چیز پر بھی طعن کرنے لگے جس سے ائمہ ہدایت نے مدد لی تھی یعنی شریعت وتقویٰ، وہ اس بات میں یہاں تک بڑھے کہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مذمت شروع کردی۔'' [تبین کذب المفتری، ص ۳۱۰]

اس زمانے میں صوفیا کے حالات پر یوں گفتگو فرمائی:

''اس عہد کے اکثر صوفیا نے اپنے باطن کو مختلف افکار اور چھوٹے کاموں سے خالی نہیں کیا، انہیں اللہ تعالیٰ اور خلوت میں اس کے ذکر کی محبت حاصل نہ ہوسکی، وہ نکمے افراد ہیں، جو اسے ہمہ وقتی شغل نہ بنا سکے، انہوں نے بے کاری کو پسند کیا اور عمل کو بوجھ سمجھا، انہوں نے روزی کمانے کو مشکل اور سوال کرنے کو آسان جانا، وہ شہروں میں بنائے گئے رباط میں خوش ہوگئے اور وہاں پر مقرر خدام کو اپنی خدمت کے ذریعہ مسخر کرلیا اور ان کی عقل و دین کو خراب کرنے لگے کیوں کہ خدمت سے ان کا مقصد محض ریا، شہرت اور اپنے پیروکاروں کی کثرت کے بہانے سوال کر کے مال بٹورنا ہوتا ہے، ان خانقاہوں میں نہ تو ان کا حکم چلتا ہے، نہ مریدوں کی تربیت نفع بخش ہوتی ہے اور نہ ان پر کوئی پابندی ہوتی ہے، وہ پیوند لگے لباس پہنتے ہیں، خانقاہوں سے تفریح گاہوں کا کام لیتے ہیں، جب کبھی مصیبت زدہ لوگوں کے بارے میں خوبصورت الفاظ سنتے ہیں تو اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہیں، وہ خرقہ، سیاحت، الفاظ اور عبادت میں صوفیہ سے مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان کی سیرت کے ظاہری آداب اختیار کرتے ہیں اور اپنے بارے میں سب خیر خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ سب ٹھیک کررہے ہیں، ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فارغ نوجوان سے نفرت کرتا ہے اور ان کی سیاحت کے پیچھے ان کی جوانی اور فراغت ہی کارفرما ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ کوئی حج یا عمرہ کے لئے سفر کرے جس کی سیرت وعلم کی تقلید مقصود ہو۔

آج شہر اس سے خالی ہوگئے ہیں اور تمام امور دینی، خرابی وکمزوری کے شکار ہوگئے ہیں، تصوف تو بالکل ہی ناپید اور بے بنیاد ہوچکا ہے، کیوں کہ علوم کبھی تغافل یا عالم کی وجہ سے محو نہیں ہوتے، اگر کوئی عالم سوء ہے تو یہ اس کی سیرت کی خرابی ہے، نہ کہ اس کے علم کی؟ عالم اپنے علم پر عمل کے بغیر اور عمل علم کے بغیر باقی رہتے ہیں مگر تصوف عبارت ہے قلب کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور غیر اللہ کی تحقیر سے، اس کا حاصل قلب اور اعضاء کے عمل سے ہے، جب عمل میں خرابی آئی تو حاصل خود بخود ختم ہوگیا۔ [احیاء العلوم، حصہ دوم، ص ۲۴۹]

ابتدائی صدیوں میں ابراہیم بن ادہم متوفی ۱۶۳ھ، داؤد طائی متوفی ۱۶۵ھ، فضیل بن عیاض متوفی ۱۸۷ھ، معروف کرخی متوفی ۲۰۰ھ، سری سقطی متوفی ۲۵۷ھ، حارث محاسبی ۲۴۳ھ، ابو یزید بسطامی متوفی ۲۶۱ھ، جنید بغدادی متوفی ۲۹۸ھ جس تصوف و روحانیت کے علمبردار تھے، وہ نظام تطہیر بھی متأثر ہونے لگا اور جاہل و دنیا دار لوگ تصوف کے نام پر شریعت سے دوری کو تصوف و روحانیت کا نام دینے لگے اور تصوف میں ایسی باتیں پیدا کرلیں جو گناہ اور زندیقیت کی راہ پر لے جانے والی تھیں۔

اس سلسلے میں امام غزالی فرماتے ہیں:

شطح سے ہماری مراد دو قسم کی باتیں ہیں جو بعض صوفیا نے کہیں، ان میں سے ایک تو وہ لمبے چوڑے دعوے ہیں جو عشق الٰہی اور اعمال ظاہر سے مستثنیٰ ہونے کے بارے میں کئے گئے، یہاں تک کہ اس طبقہ کے دعویٰ، اللہ تعالیٰ سے اتحاد، حجاب کے اٹھنے، آنکھوں سے مشاہدہ اور بالمشافہ گفتگو تک جا پہنچے، وہ کہتے ہیں ہمیں یوں کہا گیا اور ہم نے یوں کہا، اس معاملہ میں وہ حسین بن منصور حلاج سے مشابہت پیدا کرتے ہیں، جس کو اس قسم کے کلمات پر پھانسی دی گئی اور اس کے قول انا الحق کا حوالہ دیتے رہتے ہیں، اسی طرح حضرت بایزید بسطامی سے مشابہت پیدا کرتے ہیں جن کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ''سبحانی سبحانی'' یہ کلام کا ایسا فن ہے جس سے عوام کو بڑا نقصان پہنچتا ہے، یہاں تک کہ کاشتکاروں کی ایک جماعت نے اپنی کھیتوں کو چھوڑا اور اس قسم کے دعویٰ کرنے لگی، کیوں کہ ایسا کلام طبیعت کو لطف دیتا ہے، خاص طور پر جب اس کے ساتھ اعمال سے تساہل اور محض

مقامات واحوال کے ذریعہ تزکیہ نفس شامل ہو، کم فہم لوگ اپنے بارے میں ایسے دعوؤں اور مزین الفاظ کے استعمال سے نہیں تھکتے، جب ان کے سامنے اس کا انکار کیا جائے تو یہ کہنے میں انہیں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی کہ اس انکار کا منبع علم اور جدل ہے، علم جواب ہے اور جدل عمل نفس، یہ بات تو صرف باطن کے نور حق کے ذریعہ ہی واضح ہوتی ہے، اس قسم کی باتوں سے شہروں میں شر پھیلا اور عوام کو بہت نقصان پہنچا جو کوئی ایسی بات کرے تو اللہ کے دین میں اس کا قتل، دس آدمیوں کو زندگی دینے سے بہتر ہے، جہاں تک حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں جو بیان کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں، خواہ یہ خود ان سے سنا جائے، ہوسکتا ہے کہ آپ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہے ہوں اور اپنے دل میں اس کلام کو دہرا رہے ہوں جیسا کہ ان کو یہ کہتے سنا گیا: اناللہ لا الہ الا انا فاعبدنی، یہ اس لائق نہیں کہ اسے بطور ایک واقعہ کے سمجھ لیا جائے۔

شطح کی دوسری قسم ایسے کلمات ہیں جن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا، ظاہراً وہ بہت خوبصورت دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی عبارت ہولناک اور بے فائدہ ہوتی ہے، یہ کلمات اگرچہ کہنے والے کے نزدیک بلا مطلب ہی ہوں مگر یہ اس کی عقل کے بگاڑ اور خیالات کے انتشار کا نتیجہ ہوتے ہیں، اس لئے کہ کلام کے معانی پر اس کی گرفت کمزور ہوتی ہے اور جس کا سننا کانوں پر بار ہوتا ہے، یہی کچھ اکثر ہوتا ہے۔

بالفرض اس کلام کا کوئی مطلب ہو بھی، لیکن کہنے والا اسے ایسے الفاظ میں سمجھا نہ سکے، جس سے اس کا مافی الضمیر معلوم ہو سکے، تو ایسے کلام کا کوئی فائدہ نہیں، اس سے صرف دل کو تشویش، عقل کو پریشانی اور ذہن کو حیرانی ہوتی ہے یا پھر اس سے اپنے معانی لینے کی ترغیب ملتی ہے جو اس کا اصل مطلب نہیں ہوتا اور ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق اس کا مطلب لیتا ہے۔ [احیاء العلوم، حصہ اول، ص ۳۶]

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے ہمارے لئے مشعل راہ ہدایت ہیں، جن کی تابناک روشنی میں نہ صرف ہم اپنی منزل کا پتہ پاسکتے ہیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہو کر بآسانی منزل مقصود کا حصول بھی کر سکتے ہیں، مولائے کریم ہمیں غوث پاک کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔ ■■■

ص ۵۷ کا بقیہ......

فطرت کا حال آشکار ہو جائے، حسد کس کی صفت ہے؟ یہ معلوم ہو جائے اور صبر کس کی شان ہے؟ اس راز سے بھی پردہ اٹھ جائے۔

مریدین مفتی اعظم سے گزارش: تاج الشریعہ کے مخالفین عشق رسول کا جوہر، عفو در گزر، شریعت وطریقت کا سنگم، عشق رسول میں سرشار، نہ ان کا کوئی ثانی، دنیا ان پر فریفتہ اور انہیں اک نگاہ دیکھنے کے لئے بیتاب ہے، یہی ماحول اعلیٰ حضرت کے دور میں بھی تھا، لوگ ان سے بھی حسد کرتے تھے، اسی ماحول میں آپ نے کہا تھا ؎

حسد سے ان کے سینے پاک کردے
کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
دیا مجھ کو انہیں محروم چھوڑا
مرا کیا جرم حق فاضل ہے یا غوث

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
بامید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

کا منظر بنی ہوئی ہے، بن دیکھے بھی اتنے عشاق ہیں کہ تاج الشریعہ بحیثیت مرشد، بحیثیت مفتی، بحیثیت مصنف، حضرت مولانا روم نے لکھا ہے ؎

ہر مرید صادق صاحب تمیز ہست ذکر سیرت پیراں عزیز
ذکر پیراں تازہ ایمانش کند قصہ شاں جلوہ برجانش کند

یعنی تمیز والے مرید صادق کو اپنے پیروں کی سیرت کا ذکر بڑا عزیز ہوتا ہے، پیر کا ذکر ان کے ایمان کو تازہ کرتا ہے اور ان کے واقعات اس کے ایمان پر تجلی ڈالتے ہیں۔

اور یہ سوچ کر سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے کہ کل جب دنیا آج کی تاریخ پڑھے گی اور تاج الشریعہ کی سیرت، ان کے کردار اور ان کی خدمات کو خراج پیش کرے گی تو ہماری روحیں بھی شاد کام ہوں گی کہ تم جن کے قصیدے پڑھ رہے ہو، ہماری آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے، ان کی صدائے حق سنی ہے، ناوران کی داستان عزیمت میں کہیں نہ کہیں ہم کھڑے ہیں۔ ■■■

از: شکیل احمد سبحانی •

حضور مفتی اعظم کے مجاہدانہ کارنامے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال سے اہل سنت وجماعت کو جو صدمہ پہنچا تھا، اس کا اثر دیرپا تھا، اعلیٰ حضرت کے بعد اسلام اور اہل سنت کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا مقابلہ جس عظیم شخصیت نے کیا، وہ حضور مفتی اعظم علامہ شاہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات تھی، آپ نے دشمنان اسلام اور دشمنان اہل سنت کی سازشوں سے نہ صرف مسلمانوں کو خبردار کیا بلکہ جب ضرورت محسوس ہوئی تو خود میدان عمل میں کود پڑے، اندرا گاندھی نے جب بزور طاقت نس بندی کا قانون نافذ کرنا چاہا تو مخالفین اہل سنت کے مدارس سے حکومت اور نس بندی کی حمایت میں فتوے جاری کر دیئے گئے، بلکہ نس بندی کے حرام ہونے کا جو فتویٰ مفتی اعظم نے بریلی شریف سے جاری کیا تھا، اسے حکومت کے زبردست دباؤ کے باوجود بھی آپ نے واپس نہ لیا اور فرمایا، بریلی سے شریعت اسلامیہ کے مطابق فتوے جاری کئے جاتے ہیں، جسے بدلا نہیں جا سکتا، ہاں وہ حکومت بدل سکتی ہے، جو اس فتوے کو بدلنے کی کوشش کر رہی ہے اور پھر ایسا ہی ہوا، دنیا نے دیکھا کہ کانگریس کو عام انتخابات میں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔

حضور مفتی اعظم کے زمانے میں چلی، شدھی تحریک کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کو مرتد بنایا جا چکا تھا، اس وقت حضور مفتی اعظم نے ہندوستان کے ان علاقوں کا مسلسل دورہ فرمایا، جہاں اسلام دشمن شدھی تحریک نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، اللہ پاک کا ایسا فضل واحسان رہا کہ حضور مفتی اعظم کے ان دوروں سے شدھی تحریک کا زور ختم ہو گیا اور آپ کے دست مبارک پر ان علاقوں کے ایسے لاکھوں مسلمانوں نے توبہ کرتے ہوئے اسلام میں دوبارہ شمولیت اختیار کی جو مرتد ہو چکے تھے، اس کی تفصیلات اس وقت کے اخبارات میں شائع ہوتی رہیں۔

حضور مفتی اعظم ایک متنوع شخصیت کے مالک تھے، آپ نے اظہار حق کے معاملے میں کبھی کسی کی رعایت نہیں کی، اپنے ہوں یا بیگانے، بڑے ہوں یا چھوٹے، علما ہوں یا عوام خلاف شرع امور میں ہمیشہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔

حضور مفتی اعظم کی سب سے بڑی "کرامت" شریعت پر استقامت تھی، جس کا ذکر جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی نے اپنے اس شعر میں بھی فرمایا ؎

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

حضور مفتی اعظم کے زہد وتقویٰ کا عالم یہ تھا کہ کوئی قدم خلاف شریعت نہ اٹھاتے، کوئی جملہ خلاف شریعت نہ کہتے، اگر خلاف شرع کوئی بات سنتے وہیں اصلاح فرماتے، اللہ کے ولی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اچھے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور برے کاموں سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے، اس تناظر میں جب دیکھا جاتا ہے تو حضور مفتی اعظم ولایت کے ممتاز مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم کے خصوصی فیوض وبرکات، حضور تاج الشریعہ کو حاصل ہوئے، جس کا اظہار تاج الشریعہ نے کیسے پیارے انداز میں کیا، اسے دیکھیے، فرماتے ہیں ؎

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

جب اس ذرے کی یہ چمک دمک ہے تو اس مہ کامل کا عالم کیا ہوگا، جس پر اللہ عزوجل کا خاص فضل واحسان رہا، جس پر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں رحمتیں برستی رہیں۔ ■■■

از: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد*

تاج الشریعہ! صلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار

خانوادہ بریلی اپنے علمی وجاہت، فقیہانہ کروفر، اور عارفانہ جلال وجمال کے سبب ہر دور میں ممتاز اور یکتائے روزگار رہا ہے، فقہ تصوف اور ادب میں اس خانوادہ کی خدمات کا کوئی بدل شاید ہی کہیں ملے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بعد حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان، مفسر اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا خان اور تاج الشریعہ مولانا شاہ اختر رضا خان ازہری میاں قبلہ نے جس طرح گلستان علم وفن کی آبیاری، چمنستان شعر وسخن کی سرسبزو شادابی اور میکدہ عرفان کو آباد رکھنے میں خون جگر صرف کیا ہے اسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی، ہمارے عہد کے مرد یگانہ جانشین حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد اختر رضا قادری کو پروردگار عالم نے جن خوبیوں کا حامل بنایا ہے اس کی نظیر کہیں اور نظر نہیں آتی آپ علم وفن میں یگانہ، تصوف ومعرفت میں یکتا، خلق وکرم میں ممتاز اور پیروی سنت میں امام اعظم ہیں، عالم شباب سے عمر کی اس منزل تک اپنے ہر عمل میں رضائے الٰہی کی طلب نے اس مرتبہ کمال تک پہنچادیا ہے کہ آج ہر آنکھ آپ کے دید کی طالب، ہر دل محبت کیش آپ کا تمنائی اور ہر صالح ذہن فرد آپ کا شیدائی ہے، عالمی سطح پر ابھی جو مقبولیت آپ کی ہے، اس سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ خلق خدا کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی گئی ہے اور یہ یقیناً اللہ کے ولی کی پہچان ہے، تاج الشریعہ کی حیات وخدمات کی متنوع جہتیں ہیں اور ہر جہت ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے، چند سطروں میں اسے بیان کرنا ساحل دریا کی سیر کے سوا کچھ نہیں مگر عشق وعرفان کے دریا میں جسے ڈوبنے کا حوصلہ نہ ہو اس کے لئے ساحل کی سیر بھی "توفیق ایزدی" ہے، اس تناظر میں چند ضروری گزارشات حاضر خدمت ہیں۔

آج بڑے خلوص سے تکفیری مہم، تکفیری ٹولہ، شدت پسند، متشدد جماعت" کے الفاظ رسائل وجرائد اور سوشل میڈیا پہ اچھالے جارہے ہیں، مقصود انتشار کے آزار سے امت مسلمہ کو بچانا نہیں بلکہ اپنے اندر کے بخار اور دوسرے کی مقبولیت سے اپنی بیزاری کا اظہار ہے، اس طرح کی مہم ان افراد کے ذریعہ سامنے آئی ہے جسے دین میں تصلب اور مسلکی ومذہبی حدود کی پابندی ناگوار گزرتی ہے، جو شریعت کو اپنی پسند کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور طبیعت کو شریعت پر غلبہ دینا جن کا مقصود ہے، یہ ہنگامہ مختلف حلقوں سے اسی طرح کیا جارہا ہے، جس طرح انگریزوں نے افواہ پھیلا کر ملک میں بدامنی کی فضا پیدا کردی تھی، انہیں اگر اپنی تاریخ معلوم ہوتی، اپنے گھر کے بزرگوں کے احوال معلوم ہوتے اور عالمی سطح پہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رچی گئی سازش کا علم ہوتا تو وہ اپنے محسن کے خلاف زبان کھولنے کے بجائے ان کا درد سمجھتے، ان کے مشن کا حصہ بنتے اور اسلام وسنیت کو بدعقیدگی مداہنت اور صلح کلیت سے محفوظ رکھنے میں ان کی معاونت کرتے، مگر جماعتی بغاوت کا جنون، خانقاہی چشمک، خاندانی تعصب اور معاصرانہ منفی رویہ نے ان کی آنکھوں پہ پٹی باندھ دی ہے، یہ نہ حق سن سکتے ہیں اور نہ اسے قبول کرسکتے ہیں، ایسے میں تاج الشریعہ کی حقیقت اور ان کے محاسبانہ روش کو سمجھنا کیسے ممکن ہے۔

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے حقائق سے آنکھیں موند کر جس طرح اکابر کی کردار کشی کو بطور مہم اپنا رکھا ہے اس کے نتائج کتنے بھیانک ہوں گے، اس کا اندازہ انہیں اس وقت ہوگا، جب حضور تاج الشریعہ کے سایہ کرم سے محروم ہوجائیں گے، انہوں نے یہ دیکھا کہ تاج الشریعہ نے کسی معروف خطیب کے خلاف شرعی

* مضمون نگار مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بہار کے نائب قاضی اور الرضا پٹنہ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

محاسبہ کیا ہے مگر یہ نہیں دیکھا کہ اس شرعی محاسبہ کے اسباب کیا ہیں؟ بعض سنی تنظیموں کے خلاف تاج الشریعہ کی برہمی دیکھی مگر ان تنظیموں کی قابل گرفت حرکتیں نہیں دیکھیں، بعض اہل خانقاہ سے ان کا اعراض دیکھا مگر ان صاحبان جبہ ودستار کی غیر صوفیانہ روش نہیں دیکھی، ڈاکٹر طاہر القادری کے خلاف ان کا سخت احتجاج اور مجاہدانہ کردار دیکھا مگر طاہر القادری کے پردے میں چھپے دین کے غاصب کو نہیں دیکھا، ان تمام سانحات کی تفصیل مختلف کتابوں میں بھری پڑی ہے انہیں دیکھے بغیر علمی وشرعی گرفت کرنے والے کے خلاف واویلا مچانا کہاں کی دانش مندی ہے؟ چور کا ہاتھ کاٹنے والا مجرم مگر چوری کرنے والا متقی؟ سنگساری کا حکم دینے والا مجرم مگر مرتکب زنا مظلوم؟ دین کے باغیوں کی گرفت کرنے والا مجرم مگر دین سے کھلواڑ کرنے والا محبوب؟ کیا اس کا نام دینی شعور اور پختہ ایمانی ہے؟ واویلا مچانے والے اپنی جان بچانے کی خاطر یہ کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سب کے سب مجرم ہیں اور تنہا تاج الشریعہ صحیح ہیں؟ ملک میں کسی اور نے ان کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیا؟ ہر معاملہ میں صرف تاج الشریعہ ہی پیش پیش کیوں ہیں؟ ان کرم فرماؤں کو اب کون سمجھائے کہ جو دین کا پیشوا ہوتا ہے اہل علم اور ذمہ داران مشکل معاملات میں انہیں سے رجوع کرتے ہیں اور اس یقین سے رجوع کرتے ہیں کہ یہاں شخص اور شخصیت کی پروا کئے بغیر شرعی حکم سنایا جاتا ہے، ان کا یہ اعتماد اتنا پختہ اور یقینی ہے کہ ان اختلافی مسائل میں بھی سب سے پہلے وہ یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں تاج الشریعہ کا موقف کیا ہے، جو ان کا موقف ہوتا ہے وہی حجت اور قول فیصل قرار پاتا ہے، ان مذکورہ مسائل میں بھی تاج الشریعہ نے افراد وشخصیت کو دیکھنے کے بجائے تقاضائے شرع پیش نظر رکھا ہے اور دلائل کی روشنی میں حکم شرع سنایا ہے، اس ''آئین جواں مرداں'' اور ''حق گوئی وبے باکی'' پہ انہیں کوئی نفس پرست کوستا ہے تو وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے کرے، مگر یہ یقین رکھے کہ تاج الشریعہ نے اس ''ایضاح حق اور حق گوئی وبے باکی'' سے جہاں کروڑوں افراد کے ایمان وعمل کو بچایا ہے وہیں اپنے ہم عصروں اور اپنے بعد والوں کو حق کے اظہار اور شریعت کی پاسداری کا حوصلہ بھی دیا ہے۔

تاج الشریعہ کے عہد کے فتنے: یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہندوستان میں مغلوں کے دور سے اسلام کے خلاف فتنوں کے اٹھنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ آج تک قائم ہے، اکبر کے دور میں دین الٰہی کا فتنہ اٹھا، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی نے اس کی سرکوبی کی، اس دور میں بھی دینی بے راہ روی کے ذمہ دار اکبر کے درباری ملا ابوالفضل اور فیضی ہی تھے مگر حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات وتصانیف اور عملی جدوجہد سے اس فتنہ کا کامیاب مقابلہ کیا، وہ فتنہ اس وقت ختم تو ہو گیا، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دور میں نئے چہرے کے ساتھ مختلف انداز میں پھر نمایاں ہوا، یہ دور تو گویا فتنوں کے سر ابھارنے کا دور تھا، وہابیت، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، غیر مقلدیت، ندویت اور دیگر فتنوں نے اس عہد میں جس طرح دین وسنت پہ حملے کئے، اس کی نظیر ماضی قریب میں نہیں ملتی، مگر پروردگار عالم جل مجدہ نے ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے اس عہد کے علما ومشائخ بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا پیدا فرمایا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح انہوں نے اپنے کردار وعمل، تصنیفات وفتاویٰ اور مکتوبات وملفوظات کے ذریعہ ان تمام فتنوں کا مقابلہ کیا، انہیں فتنوں میں ''تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت'' جیسا فتنہ بھی تھا، جس سے وابستہ ہندوستانی مسلمانوں کا سیاسی اعتبار سے نمائندہ طبقہ بے راہ رو ہو رہا تھا، اس طبقہ کی ذہنیت بھی اکبر کے ''دین الٰہی'' سے مستعار تھی، اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفا وتلامذہ اور احباب کے ساتھ ان فتنوں کے خلاف علمی وعملی محاذ آرائی کی اور تاریخی ثبوت کے مطابق اسے وہیں دفن کر دیا، ان کی اس پیش قدمی سے کتنے افراد کو توبۂ صحیحہ اور رجوع الی الحق کی توفیق مرحمت ہوئی، ان تاریخی حقائق کو دیکھنے کے لئے تصانیف رضا کے علاوہ حیات اعلیٰ حضرت، از ملک العلما مولانا سید ظفر الدین بہاری، امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر، از مولانا عبدالستار ہمدانی اور تنقیدات وتعاقبات، از پروفیسر مسعود احمد مظہری'' کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

فتنوں کے ظہور کا یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ اعلیٰ حضرت

کے بعد ان کے شہزادگان حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اور سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان علیہما الرحمہ کے عہد میں کئی فتنوں نے سر ابھارا جس میں ''تحریک شدھی'' بہت نمایاں فتنہ تھا، اس کے ذریعہ دین سے ناآشنا مسلمانوں کو تبدیلی مذہب پہ مجبور کیا جارہا تھا کہیں لالچ اور کہیں خوف کے ذریعہ ہندو بنانے کی مہم چل رہی تھی، اس نازک مرحلہ میں اعلیٰ حضرت کے ان شہزادوں کے علاوہ ان کے خلفا و تلامذہ مثلاً صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری، امام المتکلمین مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، محدث اعظم مولانا سید محمد اشرفی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ، شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی، برہان ملت مولانا برہان الحق جبل پوری، محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی وغیرہ نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جو قربانیاں دیں اسے تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کرلیا ہے، حالات پڑھ کر جہاں ان کے ایثار و قربانی پہ آنکھیں چھلک پڑتی ہیں، وہیں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اگر ان فتنوں کو اس عہد میں دبایا نہیں گیا ہوتا تو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کا کیا حشر ہوتا۔

یہ اعلیٰ حضرت ہی کے فیض یافتگان کی قربانیاں ہیں کہ یہاں اسلام زندہ و تابندہ ہے، تاریخ پہ جن کی نگاہ ہے وہ خانوادہ رضا کی علمی و مذہبی خدمات کے ساتھ ان کی مجاہدانہ کارکردگی کے بھی معترف ہیں، سیف و قلم دونوں سے جہاد و احقاق حق اسی خانوادہ کا طرہ امتیاز ہے، یہ خانوادہ رضا ہی ہے جس نے ہر دور میں مسلمانوں کے مذہبی و ملی حالات پہ نگاہ رکھی ہے اور ان کے دین و ایمان کے تحفظ اور اسلام و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کوشاں رہا ہے، عہد حاضر کا مذہبی ماحول بھی فتنوں سے خالی نہیں اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اکبر کا ''دین الٰہی'' ٹکڑوں میں بٹ کر آج بھی زندہ ہے اور جب تک ہوا و ہوس کا بازار گرم رہے گا یہ فتنے بھی موجود رہیں گے۔

تاج الشریعہ کے دور کے فتنوں میں (۱) سب سے بڑا فتنہ منہاجیت ہے یعنی دین الٰہی کی تجدید، فیورک کی بدلی ہوئی شکل اور عمانزم کا ترجمان اور (۲) دوسرا بڑا فتنہ صلح کلیت ہے، جس کا سب سے بڑا مرکز ''سراواں الہ آباد'' اور سب سے بڑا آرگن ''ماہنامہ جام نور'' ہے، دنیا آج دونوں ''سنیت نما'' فتنوں سے اس طرح دوچار ہے کہ درمیان میں کھڑے افراد کے لئے حق کی شناخت بظاہر مشکل ہوگئی ہے، یہ دونوں فتنے بنام اسلام اور بنام اہل سنت ہیں، جس کی وجہ سے کل جس طرح تقلید کی بنیاد پر وہابیہ اور دیابنہ کی شناخت مشکل ہوگئی تھی، اسی طرح آج معمولات و مراسم کی بنیاد پر اہل سنت و جماعت اور منہاجیت و صلح کلیت کی شناخت مشکل ہوگئی ہے، مگر جس طرح رات کی تاریکی میں صحیح راستہ نظر نہیں آئے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ غلط راستہ بھی صحیح راستہ ہے، اسی طرح مراسم و معمولات کی بنیاد پر اگر گمراہوں سے حق کی تمیز مشکل ہو جائے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ سب جماعت ناجی اور صرط مستقیم پر گامزن ہے، برسوں قبل جب تاج الشریعہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے اسلام مخالف نظریات پر ان کی گرفت کی اور اتمام حجت و یقین کامل کے بعد کہ یہ اہل سنت کے خلاف باطل راستہ پہ چل پڑے ہیں، آپ نے حکم شرع سنایا تو دنیا حیرت زدہ تھی کہ اتنا قابل عالم اور مشہور خطیب بھلا گمراہ کیسے ہوسکتا ہے مگر ''قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید'' آج دنیا تحقیق مزید کے بعد وہی کہہ رہی ہے جو تاج الشریعہ نے برسوں پہلے کہا تھا، ڈاکٹر طاہر القادری کے رد میں تقریباً ۲۰ ر کتابیں منظر عام پہ آچکی ہیں جو یہی ثابت کر رہی ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کا فیصلہ اسلامی اور امت کا اجماعی فیصلہ ہے۔

اک نظر ان کتابوں کو دیکھیں: اسلام میں عورت کی دیت، علامہ احمد سعید کاظمی، دیت المرأۃ علامہ عطا محمد بندیالوی، عورت کی دیت مفتی عبد اللہ قصوری، فتنہ طاہری کی حقیقت مفتی محبوب رضا، علمی گرفت مفتی محبوب رضا خان، اسلام اور وائرس مسیحیت مولانا محمد بشیر القادری، خطرہ کی گھنٹی مولانا ابوداؤد صادق رضوی، علمی و تحقیقی جائزہ، طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے، مفتی ولی محمد رضوی، یہ سب کیا ہے، حافظ فریاد علی قادری متنازع ترین شخصیت، نواز کھرل، سیف نعمان، مفتی فضل رسول سیالوی، قہر الدیان، مولانا عاقب فرید قادری، طاہر القادری عقائد و نظریات، مفتی اختر حسین قادری،

طاہر القادری جواب دیں، علمائے اہل سنت اکاڑہ، اعلام بہ لزوم والتزام، مفتی کوثر حسن قادری، ضرب حیدری، مولانا غلام رسول، ڈاکٹر طاہر! سنی نہیں، تاج الشریعہ۔

واضح رہے کہ کسی شخص کے ایمان کی پرکھ کے لئے اس کی خدمات نہیں دیکھی جائیں گی، عقائد ونظریات دیکھے جائیں گے، اگر خدمات دیکھ کر فیصلہ کیا جائے تو منکرین زکوٰۃ کی بھی خدمات نکل آئیں گی، خارجی رافضی شیعہ اور قادیانی کی بھی کچھ نہ کچھ خدمات نکل آئیں گی، وہابیہ دیابنہ کو بھی خدمات کی بنیاد پہ حق پہ ہونے کا دعویٰ ہوگا، پھر حق وباطل کے درمیان تمیز کی صورت کیا رہ جائے گی؟ چور ڈاکو شرابی برے ہونے کے باوجود کچھ اچھے کام کرتے ہی ہوں گے تو انہیں اس اچھے کام کی وجہ سے اچھا اور شریف کہہ دیا جائے؟ ڈاکٹر طاہر القادری کی جو بھی خدمات ہوں ان سے انکار نہیں مگر اب ان کی فکر ''فکر اسلامی'' نہیں رہی تو ان پر حکم شرع نافذ تو ہوگا، ہندوپاک کے ان علما ومشائخ نے اپنی مذہبی ذمہ داری سمجھ کر عوام اہل سنت کو اس کے دام تزویر سے بچانے کے لئے ان پر جو حکم لگایا ہے، اسے اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے، دین اور بے دینی کے درمیان مصالحت کے لئے بعض اہل ہوا وہوس نے ''صلح کلیت وندویت'' کی بنیاد رکھی تھی، ایک صدی قبل اس فتنہ کے خلاف پورے ملک کے علما مشائخ نے صدائے احتجاج بلند کیا، اس کے خلاف تحریکیں چلائیں، کتابیں لکھیں، اس کے دام فریب سے بچنے کے لئے مختلف شہروں میں بڑے بڑے اجلاس کئے، جس کی پیشوائی تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ نے کی، اس وقت کی تقریباً تمام بڑی خانقاہوں کے مشائخ نے بھی اسے وقت کی آواز سمجھتے ہوئے اس کی پشت پناہی کی، اسے اپنے تعاون سے مستحکم کیا اور اپنی دعائے نیم شبی سے اسے اتنا پر اثر کیا کہ وہ فتنہ جو تحریک کی شکل میں اٹھا تھا ایک ''مدرسہ'' میں سمٹ گیا اور مسلمانوں کو اس سے نجات مل گئی، مگر اسے وقت کا المیہ ہی کہا جائے گا کہ ایک صدی گزرتے گزرتے پندار نفس کے شکار بعض افراد نے سو سال قابل کی جدوجہد پر پانی پھیرنا شروع کر دیا، انہوں نے اپنے طبعی تقاضے کے تحت ''صلح کلیت'' کا معنیٰ ومفہوم بدل دیا بلکہ اس لفظ سے ہی ان کو انقباض ہونے لگا، اب کوئی ایمان وکفر کو یکجا کر دے، اچھے اور برے کو ایک سمجھے، بدعقیدوں اور خوش عقیدوں کو ایک ہی خانہ میں رکھے، جن سے دور رہنے کا حکم ہے اس سے دوستی کرے اور جس سے سلام وکلام منع ہے اس سے رشتہ داری کرے، معاذ اللہ! ان کے نزدیک وہ سچا مسلمان ہے اور اسی کو مقاصد شریعت کا ادارک نصیب ہوا ہے، جدیدیت کے دلدادہ افراد نے بہ یک جنبش قلم کس طرح اپنے گھر کے بزرگ اور جماعت اہل سنت کے اکابر علما کی قربانیوں کا مذاق اڑایا ہے، دیدہ حیرت سے دیکھنے کے لائق ہے، کل کی بہ نسبت آج دین سے بے رغبتی، دین میں مداہنت اور دین کے خلاف بولنے والے افراد زیادہ ہیں اور حق کی آواز بلند کرنے والے کم، دین میں آسانی اور سہل پسندی کے دلدادہ زیادہ ہیں اور تقویٰ وطریقت بلکہ شریعت کے آگے سرخم کرنے والے کم، شخصیت سے متاثر ہو کر حکم شرع سنانے والے زیادہ ہیں اور حاکم وقت کے آگے بھی حکم شرع سنانے والے کم، ایسے میں اگر حق کی کوئی آواز بلند ہوتی ہے تو ''کشتۂ تیغ نفس'' بہ یک زبان ''تکفیری ٹولہ، شدت پسند، متشدد جماعت'' کہہ کر اس حق کی آواز کو دبانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، بتایا جائے یہ عمل دین کی حمایت میں ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والے کو دین کا مخلص کہہ سکتے ہیں؟ وہ لوگ جو چلمن کی اوٹ سے ایسے لوگوں کی خاموش حمایت کر رہے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ نفس پرستوں کا کوئی دھرم نہیں ہوتا وہ اپنے مطلب کے لئے روز اپنا قبلہ بدلتے ہیں اور بدلتے رہیں گے، آج جو افراد سرکار تاج الشریعہ کی مخالفت اور ان کی کردار کشی پہ کمر بستہ ہیں کل ان کے دامن تقدس تک بھی یہ پنجۂ خونیں پہنچے گا اور اس وقت سوائے آہ وفغاں کے وہ کچھ نہیں کر سکیں گے، واضح رہے کہ باطل کے مقابلہ میں حق ہمیشہ سرخ رو رہا ہے اور رہے گا، آج حق کی علامت اور صلح کلیت کی یلغار کے مقابلہ میں حق کی آہنی دیوار کا نام ہے تاج الشریعہ، یہ دیوار سلامت ہے تو دین کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے بھی ناکام رہیں گے اور آج تک ناکام ہیں۔

جانشین مفتی اعظم اور مریدان مفتی اعظم: جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ ادام اللہ فیوضہ علینا کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ علم، عمل، تقویٰ، فتویٰ، احتیاط، احتساب، عبادت وریاضت اور کشف وکرامت ہر اعتبار سے تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم ہیں، میں ان تمام پہلوؤں پہ حوالہ فراہم کرکے مضمون کو طول نہ دے کر صرف احتیاط کے حوالہ سے چند باتیں عرض کروں:

آج جماعت اہل سنت میں چند موضوعات پہ علمی اختلافات ہیں، اگر بنظر انصاف دیکھیں تو ہر اختلافی مسئلہ میں حضور تاج الشریعہ کا موقف دلائل وشواہد کے علاوہ احتیاط کے اعتبار سے بھی برحق معلوم ہوگا چند شواہد دیکھئے (ا) ٹی وی اور ویڈیو کے مسئلہ میں علمی اختلاف ہوا، جواز وعدم جواز کو لے کر جماعت دو خیمے میں بٹ گئی، آپ کا موقف عدم جواز کا تھا، جس پر آپ شدت سے آج تک قائم ہیں، قائلین جواز ''ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' کا موقف رکھتے تھے جس میں کہیں سے بھی تصویر کشی کی اجازت نہیں تھی، مگر آج ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' کی آڑ میں جس طرح کھلے عام تصویریں لی جارہی ہیں، چھاپی جارہی ہیں اس کا کوئی جواز کہیں سے بنتا ہے؟ اب تو حال یہ ہے کہ تصویر کشی کی حرمت کا تصور بھی ذہنوں سے محو ہوتا جارہا ہے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، شادی، میت، محفل، ٹرین، بس، ہوائی جہاز جہاں دیکھئے تصویریں لی جارہی ہیں، کون اسے حرام سمجھتا ہے؟ ذرا سوچئے! ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' میں کہیں بھی اس کی اجازت تھی؟ مگر جواز کے پہلو کی آڑ لے کر اس طرح تصویر کی حرمت کو حلت سے بدل گیا ہے کہ تصویر کی مخالفت کرنے والا ہی مجرم سمجھا جاتا ہے، ایک دور وہ تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے حج کے لئے بھی اس کار حرام کو جائز قرار نہیں دیا پھر باضابطہ بحث ومباحثہ کے بعد اسے ضرورت تک محدود کیا گیا، مگر آج کس طرح یہ وباعام در عوام وخواص ہے، بتانے کی ضرورت نہیں۔

اب یہاں حضور تاج الشریعہ کے عدم جواز کا موقف دیکھیں، تو انہیں معلوم ہوگا کہ امت مسلمہ کو گناہوں سے بچانے کے لئے آپ کا موقفِ عدم جواز احتیاط کے اعتبار سے بھی کتنا فائدہ مند ہے، ایمان داری سے دیکھیں تو پوری دنیا میں صرف تاج الشریعہ کی ایک ذات ایسی ہے جو آج قول وعمل دونوں اعتبار سے تصویر کشی کے خلاف ہے، گویا تصویر کی حرمت والی حدیث معنوی اعتبار سے اگر کہیں محفوظ ہے تو وہ تاج الشریعہ کی شخصیت اور ان کا کردار ہے، اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز وعدم جواز، آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے ثبوت اور چلتی ٹرین میں پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے مسئلہ میں آپ کا موقف جہاں دلائل وشواہد کی روشنی میں صحیح ہے، وہیں تقاضائے احتیاط بھی تاج الشریعہ کے موقف کی تائید میں ہے، غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آجائے گی، لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے نماز کے صحیح ہونے نہیں ہونے میں اختلاف ہے لیکن اگر اس کا استعمال ہی نہ کیا جائے تو نماز کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے اثبات میں اختلاف ہے لیکن آلات جدیدہ کے بجائے قدیم طریقے پر چاند کے اثبات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، چلتی ٹرین میں پڑھی گئی فرض وواجب نماز کے اعادہ کے حکم میں اختلاف ہے، اگر پرانے موقف پہ قائم رہتے ہوئے اعادہ کرلیا جائے تو کسی کے یہاں کوئی اختلاف نہیں، اس پہلو کو سامنے رکھ کر سوچیں تو تمام جدید مسائل میں تاج الشریعہ کا موقف صاف شفاف محتاط اور برحق نظر آئے گا اور اسی سے یہ بھی عیاں ہوجائے گا کہ علم وعمل اور عبادت وریاضت کے علاوہ حزم واحتیاط کے اعتبار سے بھی آپ واقعی جانشین مفتی اعظم ہیں۔

حضور تاج الشریعہ ''جانشین مفتی اعظم'' ہیں، اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ مریدان مفتی اعظم کے لئے بھی آپ کی شخصیت قابل احترام اور اکتساب فیض کا محور ہے، پیری مریدی کے آداب سے جو حضرات واقف ہیں انہیں یہ خوب معلوم ہے کہ پیر کا ادب ان کی شخصیت تک ہی محدود نہیں بلکہ ان کے شہر ان کی اولاد، ان کے خلفاء وجانشین اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا ادب بھی پیر ہی کا ادب ہے اور ان کے شہر، اولاد، خلفا وجانشین کی ایذا وبے حرمتی پیر کی ایذا اور ان کی بے حرمتی ہے، اللہ والوں کی سیرت سے

اس کی حقیقت اور اس کا عرفان حاصل کیا جاسکتا ہے، سبع سنابل شریف میں ہے:

''ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ) اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے، کہ ناگاہ کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے، حاضرین مجلس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور! کس بنا پر کھڑے ہوئے؟ فرمایا کہ ہمارے پیر دستگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہتا تھا، آج اسی صورت کا ایک کتا مجھے نظر آیا کہ اس گلی میں گزر رہا ہے، میں اس کتے کی تعظیم کی خاطر اٹھا تھا۔''

سچے اور اہل دل مرید کا تعلق اپنے مرشد سے کیسا ہوتا ہے، اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بہار کے مشہور علاقہ ''پورنیہ'' کے بزرگ شیخ الاسلام مولانا غلام یٰسین رشیدی علیہ الرحمہ کے تعلق سے بھی ایک واقعہ مشہور ہے، چنانچہ ''شیخ الاسلام حیات ومکتوبات'' میں منقول ہے کہ ''ان کا لڑکا ''جمیل الرشید'' ایک بار لالٹین کی روشنی میں اپنا سبق یاد کررہا تھا اس نے لالٹین کی روشنی سے اپنی آنکھوں کو بچانے کے لئے چمنی پر ایک پوسٹ کارڈ رکھ لیا تھا، آپ ٹہلتے ٹہلتے وہاں تک پہنچے تو یہ منظر دیکھ کر بیتاب ہوگئے، پوسٹ کارڈ کو اٹھایا بوسہ دیا اور خط کو لالٹین پر رکھنے کے سبب بیٹے کی زبردست پٹائی کردی، وجہ پوچھنے پر بتایا کہ یہ خط میرے پیر و مرشد منبع البرکات حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش کا ہے، جسے اس نے لالٹین کی چمنی پر چسپاں کیا تھا، ذرا سوچئے! خط ہی تو تھا، اس کے لالٹین پر رکھنے سے ایسا کیا ہوگیا کہ اس کی وجہ سے بچہ کی پٹائی کردی گئی، ظاہر بیں آنکھوں کے لئے ایسا کچھ نہیں، مگر مرید صادق کے لئے بہت بڑی بات تھی کہ اس خط سے ان کے پیر کی نسبت جڑی ہوئی تھی، جس کی بے وقعتی ہو رہی تھی، جماعت اہل سنت کے نامور بزرگ حضور مجاہد ملت کے بارے میں منقول ہے کہ:

''ایک مرتبہ آپ بریلی شریف تشریف لے گئے رکشا پر سوار ہوئے، کچھ دیر رکشا چلا کہ آپ نے رکشا والے سے اس کا نام پوچھا، اس نے اپنا نام ''حامد'' بتایا، اتنا سنتے ہی آپ نے رکشا رکوادیا اور اس کو مطلوبہ رقم سے زائد رقم دے کر جانے لگے، رکشا والا ابھی یہ منظر دیکھ کر حیرت میں تھا، اس نے پوچھا ''حضور بات سمجھ میں نہیں آئی، آپ رکشا سے اتر بھی گئے اور مطلوبہ رقم سے زائد رقم بھی دی'' فرمایا ''میرے مرشد کا نام بھی حامد ہے، (مجھے یہ کیسے گوارہ ہو کہ اس نام کے آدمی سے ایسا کام لوں) نام کی مناسبت کی بنا پر احتراماً میں رکشا سے اتر گیا۔'' [مجاہد ملت نمبر ص ۳۹۷]

پیر کا فیضان یوں نہیں ملتا بلکہ ''تومن شدی من تو شدم'' کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے، جب یہ منزل مل جاتی ہے تو فیضان کا دریا بہنے لگتا ہے، حضور مجاہد ملت کیا تھے، یہ زمانہ پہ روشن ہے مگر اس مقام تک کیسے، پہنچے یہ اس طرح کے واقعات سے معلوم کیا جاسکتا ہے، یہ پیر کی محبت وعظمت اور ان سے نیازمندانہ تعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے عمر کے واضح فرق کے باوجود حضور تاج الشریعہ کا وہ ادب واحترام کیا جس کا تصور کاملوں ہی سے کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری اپنی کتاب ''حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلیٰ حضرت'' میں لکھتے ہیں:

''مجاہد ملت تاج الشریعہ کا اتنا ادب واحترام کرتے تھے کہ آج لوگ اپنے استاذ کا احترام نہیں کر پاتے یہ عشق تو جھکنا چاہتا ہے مگر عقل کسر شان کا فلسفہ کھڑا کردیتی ہے، حضور تاج الشریعہ حضور مجاہد سے عمر میں ظاہر ہے، بہت چھوٹے تھے، ان کی جوانی تھی تو حضرت کی ضعیفی و پیری! مگر اس تفاوت کے باوجود مجاہد ملت کا انداز وفا دیکھئے، تاج الشریعہ ایک بار بھدرک تشریف لائے، مجاہد ملت اپنے متعلقین کے ساتھ موجود ہیں، پل پل خدمت ومدارات پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک صاحب حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے اور کہا حضور مجھے آپ مرید فرمالیں، یہ سن کر حضور مجاہد ملت جلال میں آگئے اور فرمایا ''میرے مخدوم اور مخدوم زادے، بریلی شریف کے شہزادے تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کی موجودگی میں میں بیعت کروں؟ حبیب الرحمٰن کی یہ مجال کہ اتنی بڑی جرأت کرے، یہ تمہارا نصیب ہے کہ حضور تشریف فرما ہیں، تمہیں شہزادے صاحب ہی سے بیعت ہونا

ہے، خود لے جا کر ان صاحب کو تاج الشریعہ سے بیعت کروایا۔''

ان واقعات کی روشنی میں اہل دل اور اہل نظر حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب پیر سے منسوب اشیا کا یہ مقام و مرتبہ ہے تو جن کی رگوں میں پیر کا خون گردش کر رہا ہے ان کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟ حضور تاج الشریعہ ''جانشین مفتی اعظم'' بھی ہیں اور نواسہ مفتی اعظم بھی اور دونوں اعتبار سے مریدان مفتی اعظم کے ان کی ذات منبع فیوض اور جامع البرکات ہے، کہ یہاں نسبت ارادت بھی ہے اور نسبت نسب بھی، اگر پیر کی سچی محبت دل میں موجود ہے تو انہیں اسی ذات میں مفتی اعظم کا عکس نظر آئے گا، ان کا تقویٰ، علم، اتباع سنت، معاندین و مخالفین کے جواب میں صبر اور سفر و حضر میں بھی لمحہ لمحہ کا علمی و روحانی استعمال یقیناً مفتی اعظم کے جانشین ہی کے حصے کی چیز ہے، مگر یہ حیرت کا مقام ہے کہ پیر سے دعویٰ محبت کے باوجود ان کے نسبی جانشین سے وہ مطلوبہ محبت و تعلق دیکھنے میں کم آتا ہے جو پیر کی نگاہ میں ''وفا شعار'' رہنے کے لئے ضروری ہے، ایک طرف حضرت محبوب الٰہی کا پیر کے شہر کے مشابہ کتے کا احترام دوسری طرف پیر کے جانشین سے دوری اور ان سے اختلاف، ایک طرف پیر کے خط کی بے وقعتی سے مرید کی برہمی، دوسری طرف پیر کے جانشین کے مخالفین سے دوستی و ہمنوائی، ایک طرف مجاہد ملت کا پیر کے پوتے کا ادب و احترام دوسری طرف اپنے پیر کے جانشین سے بے رغبتی، اندازہ لگائیں کیا اسی کا نام بیعت و ارادت اور اسی کا نام شیخ کا ادب و احترام ہے؟ کیا شیخ کے جانشین کو ایذا دینا شیخ کو ایذا دینا نہیں؟ اور کیا ایسے میں پیر کا فیضان جاری رہ سکتا ہے؟ واضح رہے کہ کسی مسئلہ میں علمی اختلاف (اختلاف کی اہلیت ہو تو) الگ چیز ہے مگر دیگر معاملات میں اختلاف اور معاندین مذہب و مسلک سے تعلق و دوستی یقیناً محل نظر ہے، ایسے لوگوں کو اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی محبت کا جائزہ لینا چاہئے، تاج الشریعہ ابھی حق کی علامت، حق کی پہنچان اور کاروان حق کے سپہ سالار ہیں ان سے وابستگی ہی پیر کی بارگاہ میں خراج اور دین کی بڑی خدمت ہے، سرکار مفتی اعظم کے دست گرفتہ اور فیض یافتگان سے یہی عرض ہے کہ وہ حالات کے تقاضے کو سمجھیں معاندین مسلک اور مخالفین تاج الشریعہ کے خفیہ عزائم کو سمجھیں وہ اگر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو حالات کا منظر بدل سکتا ہے اور انہیں بدلنا ہوگا کہ روح مفتی اعظم کی پکار یہی ہے، اب تاج الشریعہ کی مخالفت کرتے کرتے معاندین حسام الحرمین کی حقانیت سے لوگوں کو مشکوک بنا رہے ہیں، قدیم اختلافی مسائل کو سامنے لا کر انتشار کی خلیج بڑھا رہے ہیں، اب ایسے میں بھی خاموش تماشائی بنے رہنا مسلک اہل سنت کو مشکوک اور مفتی اعظم کے مشن کو کمزور کرنے کے مترادف ہے جس کی توقع ان کے مریدوں سے نہیں کی جا سکتی۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

سرکار تاج الشریعہ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے تصلب و تصوف اور تقویٰ و طریقت کے آگے سر نیاز خم ہو جاتا ہے اور جدید مسائل میں دو بڑی خانقاہوں کا اختلاف (خانقاہ اشرفیہ اور خانقاہ بریلی، جماعت میں انتشار ہونے کو ہو گیا مگر دنیا آج زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ جواز و عدم جواز سے ہٹ کر بھی دیکھیں تو تاج الشریعہ کا موقف احتیاط کے اعتبار سے بھی اہم اور صحیح ہے، آج لوگ اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ٹی وی کے شرعی جواز کی آڑ میں تصویریں لینے کی روش عام ہو گئی ہے، اخبارات و رسائل میں تصویریں شائع کی جا رہی ہیں، دینی رسائل میں جام نور نے اس بدعت کی شروعات کی ہے مگر قدغن لگانے والا کوئی نہیں، جام نور کی واہ واہی کرنے والے بتائیں، کیا اس طرح تصاویر کی اشاعت شرعاً جائز ہے؟) احتیاط کا پہلو فوٹو اور ویڈیو گرافی میں احتیاط جواز و احتیاط میں احتیاط کے پہلو کو اختیار کرنا ہی تقویٰ کہلاتا ہے اپنے اور اس کا سارا ٹھیکرا حضور تاج الشریعہ کی جانب لا کر توڑا جا رہا ہے، اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے یہی عرض کر دوں کہ اللہ والوں کو اعلائے کلمۃ الحق کی بنیاد پر ہر دور اور صدی میں مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے، ان کے خلاف الزامات عائد کئے ہیں اور ان کی حق گوئی کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے، صحیح ہے حاسدین نہ ہوں تو مقبولوں کا پتہ نہ چلے، اُن کا حسد اور ان کا صبر یہی بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ دونوں فریق کے مزاج، سوچ اور بقیہ ص ۴۹ پر

امیروں کا عمرہ

اہل ثروت میں عمرہ کے بڑھتے ہوئے شوق کا داعی اللہ و رسول سے محبت ہے یا قومی و سماجی ذمہ داریوں سے غفلت؟ اس حوالے سے ارباب علم و دانش ہی صحیح رہنمائی فرمائیں گے، تاہم میری ناقص عقل کے مطابق جس قوم کے غریب بھیک مانگ رہے ہوں، بیمار اسپتالوں میں پیسے کی کمی کی وجہ سے دم توڑ رہے ہوں، غریب بچیوں کی شادیاں نہیں ہو پا رہی ہوں، غریب بچے اعلیٰ تعلیم نہیں حاصل کر پا رہے ہوں، سال سال بھر غریبوں کے گھر میں اچھا کھانا نہ بنتا ہو، گاؤں کی مسجدوں اور مدرسوں میں ضرورت کے سامان مہیا نہ ہوں، اس قوم کے امیروں کا عمرہ پہ عمرہ کرنا قومی و ملی ذمہ داریوں سے فرار کے سوا کچھ نہیں ہے، میں نے بہت سارے سیٹھ صاحبان کے بارے میں سنا کہ وہ رمضان المبارک میں خصوصی طور سے عمرہ کے لئے اس لئے نکل جاتے ہیں کہ کہیں انھیں چندہ کرنے والی مخلوق نہ آ کر دبوچ لے، عمرے پہ جا کر وہ محبت الٰہی اور عشق رسول کی دکھاوٹی سند بھی حاصل کر لیتے ہیں اور زکوٰۃ و صدقات دینے سے بھی بچ جاتے ہیں، اپنی دولت و ثروت کا دکھاوا بھی کر لیتے ہیں اور قومی ضرورتوں سے نجات بھی پا جاتے ہیں۔

لاریب حج و عمرہ عظیم سعادت ہیں مگر ہم نے بزرگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ غریبوں کی امداد و اعانت اور قومی ضرورتوں کی تکمیل ان سعادتوں سے بڑی سعادت ہے، میں نے ایک اللہ والے کے بارے میں پڑھا کہ ان کا ایک عقیدت مند حج کے لئے جا رہا تھا، سلام رخصت کرنے کے لئے حاضر بارگاہ ہوا، اس اللہ والے نے فرمایا: حج اپنے نفس کے لئے کرنے جا رہے ہو یا اللہ کی رضا کے لئے؟ عقیدت مند نے عرض کیا: اللہ کی رضا کے لئے، اس مرد خدا نے فرمایا کہ حج کے لئے جمع کی ہوئی رقم لے جا کر غریبوں میں بانٹ دو تمہیں گھر بیٹھے کئی حج کا ثواب مل جائے گا، آج کتنے غریب ایسے ہیں، جنھیں افطاری و سحری کے لیے مناسب غذا تک میسر نہیں مگر بغل والے سیٹھ صاحب اپنا پچیسواں عمرہ کرنے جا رہے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی حج یا عمرہ ہی نہ کرے بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کئی حج اور عمرے کر لئے ہیں، مزید حج و عمرے کی بجائے اپنے غربا و مساکین کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل میں اپنا تعاون پیش کریں، اللہ رب العزت ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

از: کمال احمد علیمی نظامی، علیمیہ جمدا شاہی

ص ۵ کا بقیہ

سر بہ خم ہو جاؤ اس کے حکم پر
گر تمھیں بننا ہے پیارا باپ کا

اس کو سینے سے لگائے رکھنا تم
گر تمھیں مل جائے تحفہ باپ کا

اس کی خوشیوں کے لئے کوشاں رہو
دکھ ہو جب آشکارا باپ کا

اس کے قدموں پر لٹا دو سب متاع
جو تمہارا ہے وہ سارا باپ کا

کیوں نہیں کرتے ہو اس سے مشورہ
تجربہ جب ہے زیادہ باپ کا

نعمت عظمیٰ ہے اس کی ذات پاک
مرتبہ کیا سمجھے اندھا باپ کا

مل نہیں سکتی کہیں اس کی مثال
مختصر بس ہے یہ قصہ باپ کا

گھر کے ہر اک ارتقائی امر میں
قابل مدحت ہے حصہ باپ کا

ہو منقش ذہن میں تا زندگی
پیارے پہ تلخ لہجہ باپ کا

زندگی کا کوئی بھی ہو مرحلہ
اس میں کافی ہے حوالہ باپ کا

جو بھی ہے اولاد کو حاصل عروج
سچ یہی ہے سب ہے صدقہ باپ کا

زیست کے ہر موڑ پہ دیکھو بغور
ہر طرف پھیلا ہے جلوہ باپ کا

حق ادا قدرِ وفا کا کیجئے
کرتے رہیے بول بالا باپ کا

RNI : UPMUL\2017\71926
UP/BR-34/2017-19
OCTOBER - 2017
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallhu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)